ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

15

www.tanzeem.org

13 تا 19 رجب المرجب 1438ھ/11 تا 17 اپریل 2017ء

انسانیت کے خلاف گھناؤنا جرم

یہ حقیقت پُوری طرح منکشف ہوگئی ہے کہ اسلام ہی نوعِ بشری کو اُن تباہ کن خطرات سے نجات دلا سکتا ہے جو نظر کو خیرہ کر دینے والی مادی تہذیب کی جلو میں اس کی طرف کشاں کشاں بڑھ رہے ہیں اور اسلام ہی انسانیت کو ایک ایسا نظامِ زندگی عطا کر سکتا ہے جو اس کی فطرت اور حقیقی ضروریات کے مطابق ہو۔ اسلام ہی وہ دین ہے جو زندگی کا ایک ایسا نظام واقعی قائم کر سکتا ہے جو مادی ترقی اور رُوحانی ترقی میں ایسی ہم آہنگی پیدا کر دے گا جس کی مثال ساری تاریخِ انسانی میں سوائے نظامِ اسلامی کے کہیں نہیں مل سکتی۔

مذکورہ بالا مسلمہ حقائق کے بعد اس جُرم کے گھناؤنے پن سے بھی پردہ اُٹھ جاتا ہے جس کا ارتکاب وہ لوگ کر رہے ہیں جو ہر جگہ تحریکِ اسلامی کے علمبرداروں کو نقصان پہنچانے کے لیے کاری ضربیں لگا رہے ہیں، جو اسلامی نظام کے آثار و نقوش مٹانے، راہِ نجات کی متلاشی نوعِ انسانی کی آنکھوں سے اسلام کو اُوجھل کر دینے اور کسی ''نجات دہندہ'' کے لیے سراپا انتظار انسانیت کو مختلف حیلوں بہانوں اور مکر و فریب کے ہتھکنڈوں کے ذریعے اسلام سے دُور کر دینے کے لیے اپنی ساری قوتوں کو مجتمع کر رہے ہیں۔

یہ ساری انسانیت کے خلاف ایک نہایت گھناؤنا جُرم ہے۔ اس مظلوم انسانیت کے خلاف جو مغرب کی خلافِ فطرت تہذیب اور مادہ پرستانہ تمدن سے تنگ آ چکی ہے، بقول ڈاکٹر کیرل کے جو مادی فلسفے کے غلبے کی زَد میں ہے اور بقول مسٹر ڈلس کے جو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی مادی تہذیب کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی کشاں کشاں تباہی و بربادی کے گڑھے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یعنی وہ ہر لمحہ اُس خوفناک تباہی و بربادی کے گڑھے سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے جس سے نجات کی راہ سوائے دینِ اسلام کے کہیں نہیں۔ مگر انسانیت کے دُشمن رُوئے زمین پر ہر جگہ مختلف سازشوں اور حیلوں بہانوں کے ذریعے اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

جمعیت العلمائے ہند سے نسبت قائم کیجیے لیکن......!

قصۂ آدم و ابلیس میں انسان کے لیے سبق

دل کو پاک کرنے کے طریقے

مطالعۂ کلامِ اقبال

پانامہ کیس......اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مطالعۂ سیرت المصطفیٰ ﷺ کی ضرورت و اہمیت

مؤمنین کا مقام: جنت الفردوس

الھدیٰ (750)
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 107, 108

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾
خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

آیت ۱۰۷ ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾﴾ ''(اس کے برعکس) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے ان کی مہمانی کے لیے فردوس کے باغات ہوں گے۔''

جن لوگوں نے ایمان کے تقاضے بھرپور طور پر پورے کیے اور وہ نیک اعمال کرتے رہے ان کے لیے ٹھنڈی چھاؤں والے باغات ہوں گے۔ آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ باغات کیسے ہوں گے اور کہاں ہوں گے۔ اس کائنات کی وسعت بے حد وحساب ہے اور جنت کی وسعت بھی ہمارے احاطہ خیال میں نہیں سما سکتی۔ اس کائنات میں اَن گنت کہکشائیں ہیں اور نہ معلوم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کہاں کہاں جنتیں بنا رکھی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ نچلے درجے والا جنتی اوپر والے جنتی کو ایسے دیکھے گا جیسے آج ہم زمین سے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی ابتدائی مہمان نوازی (نُزُل) یہیں اسی زمین پر ہوگی۔ یعنی ''قصۂ زمین برسرِ زمین'' ہی طے کیا جائے گا۔

آیت ۱۰۸ ﴿خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ عَنۡہَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے' وہاں سے وہ جگہ بدلنا نہیں چاہیں گے۔''

یعنی جنت ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں رہتے رہتے کسی کا جی اُکتا جائے۔ دنیا میں انسان ہر وقت تغیر وتبدیلی کا خواہاں ہے۔ تبدیلی کی اسی خواہش کے تحت بری سے بری جگہ پر بھی کچھ دیر کے لیے انسان کا دل بہل جاتا ہے جبکہ اچھی سے اچھی جگہ پر بھی مستقل طور پر رہنا پڑے تو بہت جلد اسے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے۔ ہم کشمیر اور سوئزرلینڈ کو ''فردوس بر روئے زمین'' گمان کرتے ہیں' لیکن وہاں کے رہنے والے وہاں کی زمینی و آسمانی آفات سے تنگ ہیں۔ اہل جنت مستقل طور پر ایک ہی جگہ رہنے کے باعث اکتائیں گے نہیں اور وہاں سے جگہ بدلنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔

فرمان نبویؐ

جنت الفردوس: اعلیٰ جنت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُونُ الْعَرْشُ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ)) (جامع ترمذی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین جتنا فاصلہ ہے۔ جنت الفردوس سب سے اوپر والا درجہ ہے۔ جنت کی چاروں نہریں اسی سے نکلتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے۔ لہٰذا اگر تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔''

تشریح: ''فردوس'' سب سے اعلیٰ جنت کا نام ہے جو پاک کردار لوگوں کو ملے گی۔ وہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ''چاروں نہروں'' سے مراد پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہیں۔ یہ سب بہت خوش ذائقہ ہوں گی۔ فردوس ہی کے اوپر عرشِ الٰہی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فردوس سب جنتوں سے افضل ہے اور اوپر ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے جنت الفردوس مانگو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
13 تا 19 رجب المرجب 1438ھ جلد 26
11 تا 17 اپریل 2017ء شمارہ 15
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمعیت العلمائے ہند سے نسبت قائم کیجیے لیکن......!

1857ء کی جنگ آزادی اگرچہ ہندو، مسلم، سکھ نے مشترکہ طور پر انگریز کے خلاف لڑی تھی لیکن انگریز کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس جنگ میں مرکزی، کلیدی اور اہم ترین رول مسلمانانِ ہند کا ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق تو شکست کی ایک وجہ سکھوں کی غداری بھی تھی بہرحال ناکامی کا سارا بوجھ ہندوستان کے مسلمانوں کو اٹھانا پڑا۔ انگریز نے مسلمانوں کو ٹارگٹ کیا۔ ہندو کا عمومی رویہ چونکہ ظاہر کر رہا تھا کہ ہندوستان پر انگریز کے قبضہ سے اسے کوئی خاص تشویش نہ تھی۔ پہلے مسلمانوں کی رعایا تھے اب انگریز ان کا حکمران تھا۔ چنانچہ ایک طرف ہندو بے دلی سے لڑی ہوئی آزادی کی جنگ سے ہونے والے نقصان کی تلافی چاہتا تھا تو دوسری طرف انگریز اپنی divide and rule کی پالیسی کو پوری شدت سے نافذ کر کے ہندوستان میں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے بلکہ دائمی بنانے کی فکر میں تھا کیونکہ اس جنگ میں مسلمانوں کی نمائندگی مذہبی رہنماؤں یعنی علماء کرام نے کی تھی لہٰذا انہیں جیلوں میں ڈالا گیا اور بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ انگریز کی ہند میں آمد سے پہلے ہندوستان معلوم دنیا میں سونے کی چڑیا کے نام سے موسوم تھا۔ ظاہر ہے جب حکمران مسلمان تھا تو معاشی فوائد بھی سب سے زیادہ مسلمان ہی کو حاصل تھے۔ انگریز نے عام مسلمان کے معاشی مفادات پر ہر ممکن ضرب لگائی۔ ہندو نے انگریز کی اس پالیسی کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ انگریز نے ہندوستان میں اپنا نظامِ تعلیم متعارف کروایا، سرکاری نوکریوں کے دروازے صرف ان لوگوں کے لیے کھلے رکھے گئے جو ان کے نظام کے مطابق تعلیم یافتہ ہوتے تھے۔ مسلمان اس نظامِ تعلیم کا پہلے انکاری پھر متذبذب رہا۔ مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں یعنی علماء کرام نے جب وقت کی جابر حکومت سے تصادم کی صورت میں مسلمانوں کے مفادات کو شدید خطرے میں محسوس کیا تو انہوں نے اصحابِ کہف کی سنت کو اپناتے ہوئے سیاسی معاملات سے لاتعلق ہو کر خود کو مدارس میں محصور کر لیا اور مسلمانوں کے بچوں کو اسلامی تعلیمات دینے کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ انگریز نے یہ سٹرٹیجی اپنائی کہ ان لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ حکومتی سطح پر کوئی مداخلت نہ ہوئی۔ البتہ نوکریاں انگریزی تعلیم کے حصول سے منسلک رہیں۔ اس سے مسلمانوں کی معاشی حالت کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی گئی لیکن ان مدارس کی وجہ سے مسلمانوں کا اسلامی تعلیمات، بنیادی عقائد اور دینی شعائر سے تعلق قائم رہا۔

سرسید نے مسلمانوں کو دنیوی تعلیم کی طرف راغب کیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے دینی اور دنیوی تعلیم کے درمیان ایک پل قائم کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ علی گڑھ میں ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر گیا۔ لیکن انیسویں صدی میں ہندوستان کے علمائے کرام نے مسلمان کا مذہب سے تعلق قائم رکھنے بلکہ اسے مضبوط تر کرنے کے لیے جو جہاد کیا، وہ بے مثل تھا۔ دیوبند کا مدرسہ جس کا آغاز ایک درخت کے نیچے ایک استاد (مولانا قاسم نانوتویؒ) اور چند شاگردوں سے ہوا۔ اس

مدرسہ نے ایسے عالم دین پیدا کیے کہ انسان کی عقل حیرت سے گم ہو جاتی ہے کہ دورانِ غلامی ایسی عظیم ہستیوں نے کیسے جنم لیا۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ جب حالات کے قدرے موافق ہونے پر علماء نے اپنی محصوری ختم کی اور جمعیت العلمائے ہند وجود میں آئی تو اس میں اکثریت اسی مدرسہ سے تعلیمی فیض حاصل کرنے والوں کی تھی۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی ہم قارئین کے علم میں لانا چاہیں گے: شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیز گلؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بہاریؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا شاہ معین الدین اجمیریؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا عبدالحق مدنیؒ یہ وہ غلامانِ محمد ﷺ تھے جن کی علمی فضیلت اور بلند و بالا کردار کی یہ کیفیت تھی کہ اگر آج کا عام آدمی ہی نہیں ایک عالم فاضل بھی سر اٹھا کر نگاہ ڈالنا چاہے تو اس کے سر پر ٹوپی قائم نہ رہ سکے گی۔

جب 1906ء میں قائم ہونے والی مسلم لیگ نے ہندو کے طرزِ عمل کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے ہوئے آزادی ہند سے اپنے موقف کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانانِ ہند کے لیے علیحدہ وطن ''پاکستان'' کا مطالبہ کر دیا تو جمعیت العلمائے ہند نے اس مطالبے کی مخالفت کی اور اسے مسلمانانِ ہند کے لیے نقصان کا سودا قرار دیا۔ لیکن تحریک پاکستان کی عوامی مقبولیت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا۔ بدقسمتی سے اس موقع پر جمعیت العلمائے ہند کے اتحاد میں دراڑ آ گئی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ کی قیادت میں ایک دھڑے نے تحریک پاکستان کی حمایت کر دی۔ بہرحال جمعیت کا بڑا دھڑا اور مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کے مستقبل کے حوالے سے آمنے سامنے آ گئے۔ افسوس پون صدی سے زائد وقت گزرنے کے باوجود آج بھی بعض مسلم لیگی دانشور اور جمعیت سے منسلک بعض مذہبی رہنما اس اختلاف کو ختم نہیں کر سکے لہٰذا جمعیت سے قلبی تعلق رکھنے والے بعض رہنما قائد اعظم کو انگریز کا ایجنٹ اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں تو بعض دانشور جمعیت کے ان رہنماؤں کو جنہوں نے پاکستان کی مخالفت کی تھی، ان کے بارے میں جو منہ میں آتا ہے بے دھڑک کہہ دیتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں دو طرفہ فکری انتہا پسندی ہے۔ ہماری رائے میں مسلمانانِ ہند سے دونوں یعنی جمعیت اور مسلم لیگ مخلص تھے۔ دونوں مسلمانوں کا بھلا چاہتے تھے۔ صرف لائحہ عمل اور طریقہ کار میں فرق تھا۔ قائد اعظم اور ان کے ساتھی بھانپ چکے تھے کہ جمہوریت اور سیکولرازم جس طرح دنیا بھر میں قدم جما چکے ہیں، آنے والے وقت میں یہ دنیا پر مکمل طور پر مسلط ہو جائیں گے اور اقلیت کبھی اکثریت کا مقابلہ نہ کر سکے گی کیونکہ اب جنگ تلوار سے نہیں ووٹ سے لڑی جائے گی اور تلوار بھی اس کی مضبوط ہو گی جس کو ووٹ کی طاقت حاصل ہو گی لہٰذا جمہوری اور سیکولر ہندوستان میں مسلمان دب کر بلکہ ہندو کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ جبکہ جمعیت کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ پاکستان بننے سے ہندوستان میں مسلمانوں کی طاقت تقسیم ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں چونکہ مسلم لیگ کی قیادت عملی لحاظ سے اسلام سے دور ہے لہٰذا پاکستان اسلامی ریاست بھی نہیں بن سکے گا۔ ہماری رائے میں دونوں طرف سے دلائل مضبوط ہیں اور آج کے حالات نے دونوں کے خدشات کو کم و بیش درست ثابت کیا ہے۔ پاکستان حقیقتاً اسلامی ریاست نہ بن سکا بلکہ سرمایہ دار اور جاگیردار کی چراگاہ بن گیا۔ یہ بھی درست ہے کہ کئی مرتبہ اسے ناکام ریاست قرار دیے جانے کا خطرہ لاحق ہوا ہے۔ اس وقت بھی اس کی کمر پر قرضوں کا اتنا بوجھ ہے کہ آسانی سے اس کی کمر سیدھی ہوتی نظر نہیں آتی۔ سیاسی انتشار عروج پر معاشرتی اور ثقافتی سطح پر اپنی بنیاد سے دور ہٹ چکا ہے لیکن اور یہ بہت بڑا لیکن ہے دوسری طرف بھارت جس طرح ہندو ریاست میں تبدیل ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے لیے بھارت میں زندگی جس طرح عذاب بن گئی ہے۔ آج بی جے پی کے نو وزرائے اعلیٰ ہیں جو سب کے سب آر ایس ایس کے پرچارک ہیں۔ بھارت گائے کے گوشت کا سب سے بڑا ایکسپورٹر ہے لیکن مسلمان گائے ذبح کرے تو ہندو مسلمان کو ذبح کر دیتے ہیں۔ ''مسلمانوں کے دو استھان پاکستان یا قبرستان۔'' بھارت کا مقبول ترین نعرہ بن چکا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں سے کھلم کھلا مطالبہ ہو رہا ہے کہ تمہارے آباء واجداد ہندو تھے ہندو مذہب میں واپس آ ؤ۔ یہ دلیل بھی کمزور اور غیر منطقی دکھائی دیتی ہے کہ مسلمان تقسیم نہ ہوتے تو ان کی طاقت زیادہ ہوتی اور ہندو ظلم نہ کر سکتے۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آج ریاست عوام سے انتہائی زیادہ طاقتور ہے۔ بے چارے اقلیتی عوام اکثریتی گروہ کی حکومت سے ٹکرانے سے بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ حکومتی گروہ اور عوام اگر ایک مذہب یا نظریہ سے تعلق رکھتے ہوں تو آج بھی کچھ نہ کچھ امکانات ہیں کہ ریاستی قوت عوام کے سامنے جھک جائے لیکن اگر ریاستی قوت کا تعلق بھی اکثریتی عوام سے ہو اور عوام کی اکثریت اقلیت سے بغض رکھتی ہو تو پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو آج بھارت میں ہو رہا ہے۔ شاید دنیا کے کسی حصہ میں آج اقلیت اتنی بری طرح نہیں پس رہی جیسی بھارت میں پس رہی ہے۔ بہرحال بادی النظر میں ریاستی سطح پر پاکستان کی تمام تر ناکامیوں کے باوجود قائد اعظم اور مسلم لیگ کا مسلمانانِ ہند کے لیے الگ وطن حاصل کرنا ترجیحاً بہتر فیصلہ معلوم ہوتا ہے۔ پاکستان کی ناکامیاں کسی وقت کامیابیوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں بلکہ ہماری رائے میں

ایسی صورت میں مسلمانانِ بھارت کے لیے پاکستان نجات دہندہ ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ۔ بہرحال ہم اس بات کا اعادہ کرنا بھی ضروری سمجھیں گے کہ جو دانشور حضرات جمعیت العلمائے ہند کے اکابرین کے خلاف اول فول بکتے رہتے ہیں اور مسلمانانِ ہند کے حوالہ سے ان کے خلوص و اخلاص پر شک وشبہ کا اظہار کرتے ہیں ہم اسے بلاپس و پیش احمقانہ اور جاہلانہ طرزِعمل قرار دیتے ہیں وہ یقیناً انتہائی مخلص لوگ تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے ان کی خدمات انتہائی قابل قدر ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ان بزرگوں میں سے کسی نے پاکستان کے بارے میں منفی بات نہیں کی بلکہ پاکستان کے اچھے مستقبل کے لیے دعا کی۔ مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے سنہری حروف میں لکھے جانے والے اس جملے کو کون فراموش کرسکتا ہے۔ فرماتے ہیں: ”مسجد کی تعمیر سے قبل اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ اسے کہاں بنایا جائے اور کہاں نہ بنایا جائے لیکن جب مسجد تعمیر ہو جائے تو اب وہ سب مسلمانوں کے لیے مقدس ہے اس کی حفاظت سب مسلمانوں کا فریضہ ہے۔“

ہم نے جمعیت العلمائے ہند کو زیر بحث لانے کی جرأت اس لیے کی ہے کہ جے یو آئی (ف) مولانا فضل الرحمٰن کی سربراہی میں جمعیت کے قیام کی صد سالہ تقریبات منانے کے لیے پاکستان میں سہ روزہ کانفرنس منعقد کر رہی ہے جس میں عالمی شخصیات کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ ان سطور کی اشاعت تک یہ کانفرنس منعقد ہو چکی ہوگی۔ توقع ہے کانفرنس عوامی شرکت اور دینی وسیاسی رہنماؤں کے خطابات کے حوالے سے بہت کامیاب رہے گی ان شاءاللہ۔ ہم چاہیں گے کہ تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان میں منتقل ہونے والے علماء نے جمعیت کو جمعیت العلمائے اسلام پاکستان کا نام دیا تو اس کی کارکردگی کو بھی قارئین کے سامنے لایا جائے۔ افسوس جمعیت میں اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ پہلے ہزاروی گروپ قائم ہوا آج جے یو آئی ”ف“ اور ”س“ میں تقسیم ہے۔ دونوں گروہ سیاسی بلکہ انتخابی میدان میں موجود ہیں۔ دونوں کی طاقت پاکستان کے آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبہ پنجاب میں بہت کم ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے البتہ جمعیت صوبہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں کافی اثر اور حمایت رکھتی ہے۔ صوبہ سندھ کے دیہی علاقوں میں بھی کچھ نہ کچھ حمایت رکھتے ہیں۔ جمعیت العلمائے اسلام (ف) کا اثر ورسوخ دوسرے دھڑے سے وسیع بھی ہے اور گہرا بھی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن سیاسی جوڑ توڑ میں کئی بار اپنی شخصیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔

اگرچہ تنظیم اسلامی کے مطابق پاکستان میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام بذریعہ انتخابات ممکن نہیں بلکہ یہ ایک انقلاب کے ذریعے ہی ممکن ہوگا لیکن اس کے باوجود ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہمارا لائحہ عمل ہی حتمی یا حرفِ آخر ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں آم کھانے سے غرض ہے پیڑ گننے سے نہیں۔ اگر ہماری سوچ کے بالکل برعکس انتخابات سے یا کسی بھی دوسرے ذریعے سے پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بن جاتا ہے جس میں حقیقی طور پر اور عملی لحاظ سے بلا استثناء قرآن اور سنت کو مکمل بالادستی حاصل ہو جاتی ہے تو ہم کبھی یہ رویہ اختیار نہیں کریں گے کہ چونکہ یہ ہمارے تجویز کردہ طریقے سے نہیں ہوا لہٰذا بلاوجہ کے اعتراضات وارد کرو۔ ویسے تو ہم تمام اسلامی جماعتوں سے مخاطب ہیں لیکن اس وقت چونکہ جے یو آئی (ف) جمعیت العلمائے ہند کا صد سالہ جشن منا کر اپنا تعلق اس جماعت سے جوڑ رہی ہے لہٰذا ان کی خدمت میں خاص طور پر عرض کریں گے اگر ایسی عظیم جماعت اور ایسی قابل احترام ہستیوں سے اپنا رشتہ جوڑنا ہے تو ضرور ایسا کریں کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے نہ آپ کے انتخابات میں حصہ لینے کو غلط کہیں گے (کیونکہ بقول آپ کے اس طرح اقتدار حاصل کر کے اسلام کا نفاذ ہوسکتا ہے) لیکن اس صورت میں بہت سے معاملات میں آپ کو زبردست یوٹرن لینا ہوگا۔ ماضی میں آپ کے بعض اقدامات کا ہمارے لیے دفاع ممکن نہیں۔ ایم ایم اے کی صورت میں ایک انتخابی اتحاد بنایا گیا بڑی اچھی بات ہوئی لیکن یہ ایم ایم اے اگر فوجی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے تعاون کرے، ہمارے نزدیک اس کا فوجی ہونا بھی گوارا کیا جا سکتا تھا اگر وہ کھلم کھلا اسلام دشمنی کا مظاہرہ نہ کرتا۔ اسلام دشمنی کے حوالے سے اس کے کارنامے گنوانا ایک طویل اور قابل نفرت عمل ہے۔ لیکن آپ کا تعاون جاری رہا۔ آئین کی سترہویں ترمیم میں آپ نے اس کی مدد کی۔ وہ حقوق نسواں کا بل اسمبلی میں لایا آپ نے اسے غیر اسلامی کہا لیکن آپ کا ساتھ پھر بھی چلتا رہا۔ آپ صدر زرداری کی حکومت میں ان سے تعاون کر رہے تھے جو قرآن اور حدیث کے بارے میں توہین آمیز بات کرتا ہے۔ آپ نے 2013ء کے انتخابات میں ANP سے تعاون کیا جو اعلانیہ طور پر ایک سیکولر جماعت ہے۔ آپ اس وقت لبرل ازم کے علمبردار، ہندوؤں سے اظہار محبت کرنے والے اور قادیانیوں کو اپنا بھائی کہنے والے نواز شریف کے دست راست بنے ہوئے ہیں۔ تحفظ حقوق نسواں جیسے غیر شرعی بل کو قانون بنوانے والوں سے آپ بغل گیر ہوں گے تو پھر یہ جبہ کیسا ہے۔ پھر حضرت سیاست کیجیے، اقتدار حاصل کیجیے اور جو جی میں آئے کیجیے۔ خدارا اس عظیم جماعت اور ان عظیم ہستیوں سے اپنا رشتہ نہ جوڑیں۔ ان کی عظمت کو اپنے اقتدار کی سیڑھی مت بنائیں۔ خدارا سیاست میں بھی صرف اللہ اور رسول ﷺ سے مخلص لوگوں سے اپنا تعلق جوڑیں۔ اسلامی نظام پاکستان میں نافذ کرنے کے لیے چاہیے انتخابات کے ذریعے کوشش کریں۔ ہم آپ کے لیے دعا گو رہیں گے اور اگر آپ ایک انقلابی اتحاد قائم کر کے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کوئی تحریک شروع کریں تو ہم آپ کی قیادت میں ایک کارکن کی حیثیت سے ہر قسم کی خدمت کرنے کو تیار ہیں۔ ہم بہت چھوٹے ہیں لیکن ہم نے دوستی اور دشمنی کے لیے اسلام کو کسوٹی بنایا ہے۔ ہمارا رشتہ افراد سے نہیں نظریہ سے ہے۔ آپ آج سیکولروں اور لبرل ازم کے پرچارکوں کو اپنے سے الگ کریں اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے ڈٹ جائیں۔ پاکستان میں خالصتاً اور صرف نفاذ اسلام کے لیے جدوجہد کریں۔ آپ کا تعلق نہ صرف جمعیت العلمائے ہند سے بلکہ تحریک شہدین سے جڑ جائے گا۔ اسی صورت میں ہم آپ کو سپہ سالار تسلیم کر کے آپ کے سپاہی بن جائیں گے۔ کاش ایسا ہو جائے! اے کاش ایسا ہو جائے!! اے اللہ ہمارے لیے صحیح راستہ آسان کردے۔ آمین یارب العالمین۔

قصۂ آدم وابلیس میں انسان کے لیے سبق

قرآنی آیات کی روشنی میں خصوصی مطالعہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں حافظ مومن محمود (ریسرچ ایسوسی ایٹ) کے 31 مارچ 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! آج ہر طرف ابلیسیت کا راج ہے، دجل، فریب اور دھوکہ اپنے عروج پر ہے اور شیطان ننگا ناچ رہا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ فتنوں کے اس دور میں اپنے ایمان کو سلامت کیسے رکھا جائے اور ان ابلیسی فتنوں سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس حوالے سے آج ہمارے مطالعہ کا خاص موضوع قصۂ آدم وابلیس ہے۔ اس قصہ میں نوع انسانی کے لیے بہت بڑا سبق اور خاص راہنمائی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ قرآن مجید میں تقریباً سات مقامات پر ذکر کیا ہے اور اس کے علاوہ بھی قرآن مجید میں جا بجا انسان کو شیطان کے حوالے سے بہت اہم نصیحتیں کی گئی ہیں۔

''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے' چنانچہ تم بھی اس کو دشمن ہی سمجھو!'' (الفاطر:6)۔

''تو کیا تم بناتے ہو اُسے اور اُس کی اولاد کو دوست میرے سوا' درآنحالیکہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟'' (الکھف:50)

''اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (البقرہ:168)

یعنی انسان سے اس کی دشمنی ظاہر و باہر اور ثابت شدہ ہے۔ اگرچہ اس کا انسان پر واضح ہونا کئی دفعہ مخفی بھی رہ جاتا ہے مگر یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جب انسان اپنے اس اصل دشمن سے غفلت میں پڑا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے جب آپ اپنے دشمن کو پہچانتے ہی نہیں، آپ کو معلوم ہی نہیں کہ اس کی نفسیات کیا ہے، وہ کس طریقے پر سوچتا ہے، اس کی آپ سے دشمنی کیا ہے اور وہ آپ سے کیا چاہتا ہے؟ تو آپ اس کے وار سے کیونکر بچ پائیں گے۔ چنانچہ قصۂ آدم وابلیس کا قرآن میں بار بار ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ انسان اپنے ازلی دشمن کو پہچان لے اور اس کے مختلف حربوں اور ہتھکنڈوں سے آگاہ ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں شیطان کے اقوال نقل کیے ہیں کہ کس طریقے سے وہ انسانوں کو گمراہ کرتا ہے، اس کی ذہنیت کیا ہے، سوچنے کا انداز کیسا ہے؟ چنانچہ قرآن میں اللہ نے شیطان کی جو تصویر کھینچی ہے اس کے مطابق شیطان کا ون پوائنٹ ایجنڈا یہ ہے۔

''یہ تو بلاتا ہے اپنے ہی گروہ کے لوگوں کو تاکہ وہ جہنم والوں میں سے ہو جائیں۔'' (الفاطر:6)

مرتب: ابو ابراھیم

اگر دیکھا جائے تو غلطی آدم اور ابلیس دونوں سے ہوئی تھی کہ ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور آدمؑ نے ابلیس کی بات مان کر اللہ کی نافرمانی کی۔ پھر ابلیس ہی راندۂ درگاہ کیوں ہوا؟ وجہ یہ ہے کہ آدمؑ نے نہ صرف اپنی غلطی کا اعتراف کیا بلکہ توبہ بھی کر لی۔

''(اس پر) وہ دونوں پکار اُٹھے کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر' اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہم تباہ ہونے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الاعراف:23)

لیکن شیطان بجائے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے اُلٹا اس پر ڈٹ گیا کہ مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی بلکہ اس کے خیال میں یہ غلطی اللہ سے ہوئی ہے (معاذ اللہ)۔ دراصل یہی شیطانیت ہے اور ضروری نہیں کہ یہ شیطانیت صرف جنوں میں ہی ہو بلکہ انسانوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنا دیے انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین'' (الانعام:112)

طبرانی شریف میں بھی ایک روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبلؓ سے فرمایا: شیاطین جن وانس سے اللہ کی پناہ مانگا کرو۔ سیدنا معاذؓ کو حیرت ہوئی۔ فرمانے لگے: کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے جواب دیا کہ: ہاں! شیاطین جن سے بھی زیادہ شریر۔

یعنی انسانوں میں سے جو لوگ شیطان کی صفات اختیار کر لیں تو وہ جنوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی سورۃ الانعام میں شیاطین انس کو مقدم کیا ہے شیاطین جن کو موخر کیا ہے۔ شیطان کو برا بھلا تو ہم سب کہتے ہیں۔ لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اس پر تو لعنت بھیج رہے ہوں لیکن شیطانی صفات ہم اپنے اندر بھی پیدا کر رہے ہوں۔ لہٰذا جاننا چاہیے کہ شیطانیت کی پہلی صفت ہی یہ ہے کہ اگر غلطی ہو جائے تو اس کا اعتراف نہ کرنا بلکہ اُلٹا اپنے آپ کو منوانے کی کوشش کرنا کہ میں حق پر ہوں۔ جبکہ آدمیت یہ ہے کہ فوراً غلطی کا اعتراف کر لیا جائے۔ نبی کے سوا کسی انسان کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ معصوم عن الخطا ہو جائے۔ لہٰذا انسانیت کا کمال یہ نہیں ہے کہ اپنے آپ میں کوئی گناہ نظر نہ آئے بلکہ انسانیت کا کمال یہ ہے کہ انسان کو اپنے گناہ نظر آنا شروع ہو جائیں۔ کیونکہ یہ شیطانیت ہی ہے کہ اپنا گناہ تو نظر نہ آئے مگر دوسروں کے گناہ فوراً نظر آ جائیں۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''اس شخص کے لیے خوش خبری ہے کہ جس کو اس کے عیوب نے دوسروں کے گناہوں سے غافل کیا ہوا ہے''

یعنی جسے ہر وقت یہ فکر کھائے رہتی ہے کہ میرے گناہ تو اتنے زیادہ ہیں کہ دوسروں کے گناہ ان کے مقابلہ میں کچھ

بھی نہیں ہیں۔ جبکہ یہ سمجھنا کہ مجھ سے تو کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا، میں تو فرشتہ ہوں، باقی پوری دنیا گناہگار ہے، یہ شیطانی سوچ ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں شیطان عالم تھا وہ بھی غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ علم کی فارم کچھ اور ہے اور اس کی حقیقت کچھ اور ہے۔ علم کی فارم یہ ہے کہ انسان معلومات بڑھاتا چلا جائے۔ ہمارے ہاں شاید یہی علم اب رہ گیا ہے کیونکہ ہمارے نظام تعلیم میں یہی بتایا جاتا ہے کہ اپنے دماغ میں کچھ چیزوں کو بھر لینا اور پھر امتحان میں جا کر اُگل دینا علم ہے۔ حالانکہ حقیقی علم وہ ہے جس سے اشیاء کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی ایک حدیث بھی ہے کہ: ''اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں''

چنانچہ سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے مقام و مرتبے کا انسان کو علم ہو جائے اور اس کے مقابلے میں اپنی عبدیت کا بھی پتا چل جائے کہ اس کے پاس اپنا ذاتی کچھ بھی نہیں ہے، جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی طرف سے ملا ہوا ہے۔ اس کا علم ناقص ہے، اللہ کا علم کامل ہے، وہ فقیر ہے، اللہ غنی ہے، وہ ذلیل ہے اور اللہ تعالیٰ عزیز ہے۔

''اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو الغنی اور الحمید ہے۔'' (فاطر:15)

چنانچہ شیطان کا علم حقیقی علم نہیں تھا۔ یعنی اس کو اشیاء کی اصل حقیقت معلوم نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس سے غلطی ہوئی تو اس نے اعتراف کرنے کی بجائے کہا:

''اُس نے کہا میں اِس سے بہتر ہوں' مجھے تو نے بنایا ہے آگ سے اور اس کو بنایا ہے مٹی سے۔'' (الاعراف:12)

یعنی میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ آگ مٹی سے افضل ہے لہٰذا افضل مفضول کو سجدہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا آپ کا حکم غلط ہے (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ مٹی افضل ہو یا نہ ہو مگر یہاں اصل افضلیت اللہ کے حکم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے براہ راست حکم دیا کہ سجدہ کرو اور فرشتے سجدہ کر رہے ہیں۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ میں نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میری عقل میں آپ کا حکم نہیں آتا۔ چنانچہ شیطانیت کی دوسری صفت ہے اپنی عقل کو عقل کل سمجھنا۔ چاہے ایک طرف اللہ کا حکم ہو یا نبی ﷺ کا قول ہی کیوں نہ ہو مگر بات اپنی عقل کی ماننا۔ یہاں ایک اور حقیقت بھی سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سجدے سے انکار کی یہ وجہ بتائی ہے۔

''اُس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور ہو گیا وہ کافروں میں سے'' یا ''اور تھا وہ کافروں میں سے۔'' (البقرہ:34)

لغت کے اعتبار سے استکبار اور تکبر میں فرق ہے۔ استکبار کا مطلب ہے دل ہی دل میں (ظاہر کیے بغیر) خود کو بڑا سمجھنا۔ جبکہ تکبر کے معنی ہیں دوسروں کے سامنے خود کو بڑا ظاہر کرنا۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ شیطان کا تکبر تو اس دن ظاہر ہوا ہے جبکہ متکبر وہ پہلے دن سے تھا۔ یعنی پہلے دن سے ہی وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہا تھا اور جو وہ عبادت کر رہا تھا اور زہد و تقویٰ کا جو لبادہ اس نے اوڑھا ہوا تھا اس کا مقصد عبادت کرنا نہیں بلکہ بڑائی حاصل کرنا تھا۔ جو شخص بھی عبادت اس نیت سے کر رہا ہے کہ وہ لوگوں میں بڑا بن جائے وہ اپنے نفس کی عبادت کر رہا ہے۔ اس کے بعد حسد بھی ایک شیطانی صفت ہے جس کو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ ہے اللہ پر اعتراض۔ یعنی شیطانیت کل کی کل اللہ پر اعتراض کا نام ہے کہ فلاں کو دے دیا فلاں کو نہیں دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بصیرت کا اظہار ہے۔ شیطان نے بھی یہی کیا۔ نہ صرف غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا بلکہ آگے بڑھ کر اللہ کو قصوروار بھی ٹھہرا لیا۔

''اُس نے کہا (پروردگار!) تو نے جو مجھے (آدم کی وجہ سے) گمراہ کیا ہے''۔ (الاعراف:16)

پریس ریلیز 07 اپریل 2017ء

اسلام کے عادلانہ نظام میں قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے جبکہ پاکستان میں ہر شخص کے لیے الگ قانون ہے

خلفائے راشدین کے نظام عدل کی وجہ سے اسلام چند سالوں میں لاکھوں مربع میل تک پھیل گیا

حافظ عاکف سعید

اسلام کے عادلانہ نظام میں قانون سب کے لیے یکساں ہوتا ہے اور کسی کو استثناء حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ وہ چیئرمین سینٹ رضا ربانی کے اس بیان پر تبصرہ کر رہے تھے کہ پاکستان میں ہر شخص کے لیے الگ قانون ہے۔ آئین شکن اور غداری کا مرتکب پرویز مشرف عدالت میں حاضر ہونا گوارہ نہیں کرتا اور غریبوں کو معمولی جرائم پر سزائیں سنائی جا رہی ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے وعدہ شکنی کی ہے اور وہ نظام عدل وقسط پاکستان میں قائم نہیں کیا جس کا ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ سے وعدہ کیا تھا۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ سے غداری کی سزا ہے جو ہم بھگت رہے ہیں اور ہم پر ایسے لوگ مسلط ہو گئے ہیں جو بڑے اور چھوٹے کے لیے، امیر اور غریب کے لیے الگ الگ قوانین بنا رہے ہیں، جس سے معاشرے میں ابتری پھیل رہی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی روبہ زوال ہے۔ انہوں نے خلفائے راشدین کے دور کی مثالیں دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عوامی عدالت میں جواب طلبی ہوئی جس کا انہوں نے اطمینان بخش جواب دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قاضی کے سامنے پیش ہوئے اور سچے ہونے کے باوجود قاضی کے فیصلے کو بخوشی قبول کیا۔ یہ اس نظام کی حقانیت تھی جس کی وجہ سے اسلام چند سالوں میں لاکھوں مربع میل میں پھیل گیا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

یعنی یہ ساری پلاننگ تیری تھی۔ تو ہی چاہتا تھا اس طرح ہو۔ لہٰذا غلطی تیری ہے۔ میری نہیں ہے۔ یہ بڑی عجیب منطق ہے، ہم اس کا شعور نہیں رکھتے ورنہ کئی دفعہ ہم بھی یہی غلطی کر رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی سے کہا جائے کہ آپ نماز نہیں پڑھتے تو کئی دفعہ جواب ملتا ہے ’’اللہ نے توفیق نہیں دی‘‘۔ حالانکہ توفیق تو یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں ہاتھ پاؤں دیئے ہوئے ہیں، تمہارے کان میں اذان کی آواز آ رہی ہے۔ جا کر نماز پڑھ سکتے ہو۔ چنانچہ یہ بھی شیطانی ذہنیت ہے کہ غلطی اپنی ہو اور الزام کسی اور پر ڈال دیا جائے۔

متکبر کی نفسیات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ ہوتا ڈرپوک ہے، اپنی کمزوری کو تکبر کے ذریعے چھپا رہا ہوتا ہے۔ شیطان کا قصور اپنا ہے لیکن اس کا الزام اللہ پر ہے۔ اب اللہ سے تو بدلہ لے نہیں سکتا۔ لہٰذا بدلہ اس سے لینا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

’’میں یقیناً مزین کر دوں گا ان (انسانوں) کے لیے زمین میں (دنیا کو) اور میں ضرور گمراہ کر دوں گا ان سب کو۔ سوائے تیرے اُن بندوں کے جن کو تو ان میں سے (اپنے لیے) خالص کر لے۔‘‘ (حجر: 39،40)

مُخلِص وہ ہے جو اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور مُخلَص وہ ہے جس کو اللہ نے خود اپنے لیے چن لیا ہے۔ گویا شیطان کو پتا ہے کہ میرے وار سے وہی بچ سکے گا جس کو خود اللہ بچالے۔ پھر اپنی جگہ پھنے خان تو بہت بنتا ہے مگر اب مہلت بھی اللہ سے ہی مانگ رہا ہے۔

’’اس نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے مہلت دے دے اُس دن تک جب یہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔‘‘ (الحجر: 36)

جب اپنا کچھ نہیں ہے، سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے تو پھر تکبر کیسا؟ تکبر تو اللہ کے علاوہ کسی کو لائق نہیں۔ اسی لیے اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام المتکبر بھی ہے کیونکہ اللہ کی بڑائی ذاتی بڑائی ہے۔ باقی جس کو جو کچھ ملا ہوا ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ بہرحال جب اللہ نے شیطان کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دے دی تو پھر وہ کہنے لگا۔

’’اور اُس نے کہا (اے اللہ) میں تیرے بندوں میں سے ایک مقرر حصہ تو لے کر ہی چھوڑوں گا۔‘‘ (النساء: 118)

چنانچہ یہ ہے شیطانی ذہنیت جس کے وار سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بار بار خبردار کیا ہے کہ جو واقعہ آدمؑ کے ساتھ پیش آیا ہے یہ دنیا میں بھی repeat ہوگا اور شیطان تمہیں مختلف طریقوں سے گمراہ اور قائل کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ شیطان انسان کے پاس آتا ہے اور اسے قائل یوں نہیں کرتا کہ بھئی یہ شے اگرچہ مضر ہے لیکن تم لے لو بلکہ وہ ہر شے کو مزین کر کے پیش کرتا ہے کہ اس سے بہتر شے کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر یہ شے تمہاری زندگی میں نہیں ہے تو زندگی فضول ہے۔ آدمؑ کے پاس بھی اسی طرح آ کر اس نے اپنا کیس پیش کیا تھا۔

’’اور اُس نے کہا (وسوسہ اندازی کی) کہ نہیں روکا ہے آپ دونوں کو آپ کے رب نے اس درخت سے مگر اسی لیے کہ کہیں آپ فرشتے نہ بن جائیں یا کہیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے نہ ہو جائیں۔ اور اس نے قسمیں کھا کھا کر اُن کو یقین دلایا کہ میں آپ دونوں کے لیے بہت ہی خیر خواہ ہوں۔‘‘ (الاعراف: 20،21)

یعنی قسمیں کھا کھا کر اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’تو اُس نے دھوکہ دے کر انہیں مائل کر ہی لیا۔‘‘ (الاعراف: 22)

یعنی شیطان نے ان دونوں کو دھوکا دے کر ان کے مرتبے سے نیچے اتار لیا۔

اس نے کہا: اے آدم! کیا میں بتاؤں تجھے ہمیشہ رہنے والے درخت اور ایسی بادشاہی کے بارے میں جو کبھی پرانی نہ ہو؟‘‘ (طٰہٰ: 120)

محسوس یہ ہوتا ہے کہ مارکیٹنگ شیطان سے بڑھ کر کسی کو نہیں آتی۔ اس کی پروڈکٹ چاہے زہر ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے اوپر وہ کوٹنگ ایسی کرتا ہے اور اس طرح اس کو مزین کرتا ہے کہ سب قائل ہو جاتے ہیں۔ آج کے سرمایہ دارانہ معاشرے میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ ہماری ضروریات اتنی ہوتی نہیں ہیں جتنی بنائی جاتی ہیں۔ ہر بل بورڈ پر آپ کو بتایا جاتا ہے کہ اس چیز کے بغیر آپ کی زندگی ادھوری ہے۔ حالانکہ آپ کی زندگی اس کے بغیر بھی بالکل ٹھیک چل رہی تھی۔ یہی دراصل شیطانی حربہ ہے۔ بنی آدم کو اللہ نے کچھ ایسی ہی چالوں سے خبردار کیا ہے۔

اے بنی آدم (دیکھو اب) شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالنے پائے‘ جیسے کہ تمہارے والدین کو اُس نے جنت سے نکلوا دیا تھا (اور) اُس نے اُتروا دیا تھا ان سے ان کا لباس‘ تاکہ ان پر عیاں کر دے ان کی شرمگاہیں۔‘‘ (الاعراف: 27)

یہ بھی شیطان کی چالوں میں سے ایک چال ہے کہ وہ بے حیائی کی طرف راغب کر کے انسان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔

’’شیطان تمہیں فقر کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے۔‘‘ (البقرہ: 268)

اگرچہ فقر بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن اس سے زیادہ بڑا مسئلہ فقر کا خوف ہے اور شیطان کی ایک چال یہ بھی ہے کہ وہ فقر کا خوف دلا کر بخل پر آمادہ کرتا ہے۔ آئندہ کی سوچ کے نام پر اللہ پر انسان کا بھروسا ختم کرتا ہے۔

’’اور میں لازماً ان کو بہکاؤں گا اور ان کو بڑی بڑی امیدیں دلاؤں گا‘‘ (النساء: 119)

حالانکہ انسان کو اصل فکر آخرت کی ہونی چاہیے اور اسی کی پلاننگ کرنی چاہیے جو اصل اور دائمی زندگی ہے۔ مگر شیطان دنیا کی زندگی میں لمبی پلاننگ میں اُلجھا کر انسان کے ذہن سے آخرت کی فکر کھرچ ڈالتا ہے۔ تاکہ انسان آخرت کی زندگی میں ناکام ونامراد رہے۔

’’اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اُس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے!‘‘ (الحشر: 18)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کی ان چالوں سے بچا کیسے جائے۔ سورۃ الحجر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’سوائے اس کے کہ میں نے تم لوگوں کو دعوت دی اور تم نے میری دعوت کو قبول کر لیا۔ تو اب تم لوگ مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔‘‘ (ابراہیم: 22)

شیطان کو صرف اتنا ہی اختیار حاصل ہے کہ وہ برائی کو مزین کر کے پیش کر سکتا ہے یا وسوسہ ڈال سکتا ہے۔ لیکن اگر انسان کا توکل اللہ پر بن جائے تو شیطان کا انسان پر کوئی اختیار نہیں چل سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’اس کا کچھ بھی زور نہیں چلتا ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں اور جو اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔‘‘ (النحل: 99)

debate میں شیطان سے جیتنا مشکل ہے۔ یعنی اگر میں اپنی ذہانت اور فطانت پر اعتماد کر کے خیال یہ کروں کہ میں شیطان کو ہرا دوں گا تو یہ مشکل ہے۔ اس لیے کہ میرا تجربہ تو تیس، چالیس یا ساٹھ سال کا ہے۔ لیکن شیطان کا تجربہ بہت زیادہ ہے۔ اس نے کسی ایک انسان سے معاملہ نہیں کیا بلکہ آج تک جتنے بھی انسان دنیا میں پیدا ہوئے ہیں ان سب کی نفسیات کو اس نے پڑھا ہے۔ لہٰذا شیطان سے بحث میں انسان جیت ہی نہیں سکتا۔ اس کو مات دینے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ انسان کا توکل اور اعتماد اللہ پر ہو جائے۔ علماء کے نزدیک شیطان کی مثال کتے کی سی ہے۔ اگر کتا راستے میں بھونکنا شروع کر دے تو مسافر کو چاہیے کہ وہ اس کے مالک کو کہے کہ اس کو دور کرو۔ ورنہ اگر مسافر کتے کو جواب دے گا تو کتا اور زیادہ بھونکنا شروع کر

دے۔شیطان کے شر سے بھی بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے مالک کی پناہ طلب کی جائے۔اسی لیے اللہ نے ہمیں تعوذ سکھائی ہے۔

’’اور اگر کبھی تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی چوک لگنے لگے تو اللہ کی پناہ طلب کر لیا کرو۔‘‘ (حٰم السجدہ :36)

ذہن میں رکھیے کہ تعوذ ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان مجاہدے کی کیفیت میں رہے۔ جن راستوں سے شیطان ہمارے دل میں پہنچتا ہے وہ ہمارے حواس خمسہ ہیں۔بقول شاعر

ہوس چھپ چھپ کر بنا لیتی ہے سینوں میں تصویریں

یہ تصویریں اسی وجہ سے بنتی ہیں کہ دل تک پہنچنے کے راستوں کا غلط استعمال ہوتا ہے۔لہٰذا شیطان کے وساوس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ان راستوں کو کنٹرول کیا جائے۔ انسان اپنی نظروں اور سماعت کی حفاظت کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے تعوذ کرے۔شیطانی وسوسے آئیں تو دل سے نکالنے کی کوشش کرے۔ وسوسوں کو انٹرٹین نہ کرے۔ وسوسہ کا آجانا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔آپ ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے جس میں وسوسہ نہ آئے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس وسوسہ کے آنے کے بعد اس پر غور وفکر شروع نہ کیا جائے۔ بلکہ وسوسے کو ذہن سے نکال دیا جائے۔تعوذ والی قرآنی آیات، خاص طور پر معوذ تین جن کی تلاوت کرنا نبی ﷺ کا معمول تھا ان پر مداومت اختیار کی جائے۔اس کے ساتھ ساتھ شیطانی صفات سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ علماء کے مطابق شیطان کا بس انسان پر اسی وقت چلتا ہے جب وہ خود شیطانی صفات کا حامل ہوتا ہے۔اس کے علاوہ دعا صاحب ایمان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ شیطان کے شر اور وساوس کو مجھ سے دور کر دے۔خاص طور پر موت کے وقت شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے تاکہ انسان کفر کی حالت میں اس دنیا سے جائے۔اگر انسان زندگی میں کسی گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا رہا اور توبہ نہ کی ہو تو بہت زیادہ امکان ہے کہ شیطان کا وار چل جائے۔لہٰذا انسان کو ہر وقت توبہ کرتے رہنا چاہیے۔اگر توبہ ٹوٹ جائے تو دوبارہ توبہ کر لے۔ایسا نہ ہو کہ توبہ ٹوٹ جائے اور اسی حالت میں موت آجائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں شیطانی صفات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے شر اور وساوس سے محفوظ فرمائے۔آمین

☆☆☆

گوشۂ تربیت

دل کو پاک کرنے کے طریقے

ابوعبداللہ

کالم کا آغاز ایک عام فہم مثال سے کرتے ہیں۔ جیسے کسی جسم کے اوپر مٹی لگی ہوئی ہے، اب اس کا علاج تو یہ ہے کہ پانی خوب بہایا جائے، تاکہ جسم پاک صاف ہو جائے۔ایک آدمی پانی میں ہاتھ گیلا کر لیتا ہے اور اپنے سارے جسم پر وہ مسح کر لیتا ہے تو کیا اس سے وہ مٹی اتر جائے گی اور اس کے اوپر سے بدبو ختم ہو جائے گی؟ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔اگرچہ وہ پانی استعمال کر رہا ہے، مگر پانی کم استعمال کر رہا ہے۔ پانی بہانے کی ضرورت ہے، تب یہ مٹی دور ہوگی۔اسی طرح اگر ہم چاہیں کہ دل کی میل دور ہو تو اتنا ذکر کرنا ہوگا، اتنا ذکر کرنا ہوگا کہ وہ ذکر کی میل آنے والی رحمت سے بہہ جائے، ختم ہو جائے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ جب کوئی زمین ناپاک ہو جائے، اس کے پاک ہونے کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ایک طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ بارش اتنی برسے، اتنی برسے کہ اس گندگی کو بہا کر لے جائے اور گندگی کا نام ونشان باقی نہ رہے۔ جب زمین خشک ہوگی تو پاک ہونے کا فتویٰ دیں گے کہ اب زمین پاک ہے، اگرچہ اس کے اوپر گندگی پڑی تھی، لیکن اب اس کو پاک کہہ دیا جائے گا۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سورج اتنا چمکے، اتنا چمکے کہ وہ جو نجاست ہے اس کو بالکل جلا کر رکھ دے اور اس کا نام ونشان ختم ہو جائے۔اگر خشک زمین ہو اور اس کے اوپر کوئی بو نہ ہو اور کوئی رنگ نظر نہ آئے تو فقہاء کہتے ہیں کہ اس کے اوپر آدمی نماز پڑھ سکتا ہے، زمین پاک ہوتی ہے۔

تو جس طرح زمین کو پاک کرنے کے دو طریقے ہیں، اسی طرح دل کی زمین کو پاک کرنے کے بھی دو طریقے ہیں۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انسان اللہ کا ذکر اتنی کثرت کے ساتھ کرے کہ نور کی رحمت جو برسے تو وہ دل کی ظلمت کو بہا کر لے جائے، پھر یہ دل پاک ہو جائے گا۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ کے متقی کی صحبت میں انسان رہے، اللہ والوں کا دل اس سورج کی طرح ہوتا ہے جو شعائیں پھینک رہا ہوتا ہے اور ان کی شعاؤں سے انسان کے دل کی یہ گندگی ختم ہو جاتی ہے۔

ذکر کثیر دلوں کی پالش ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا﴾

’’اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرو۔‘‘

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً وَاِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ))

’’ہر چیز کے لیے ایک پالش ہوتی ہے اور دلوں کی پالش اللہ کی یاد ہے۔‘‘ (شعب الایمان)

تو جب انسان اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرے گا، تب اس کا دل منور ہوگا، دل صاف ہوگا۔اس کے لیے ہمیں ذکر کثیر کرنے کی ضرورت ہے، تب جا کر دل کی ظلمت دور ہوگی۔ہم نے دیکھا ہے کہ اگر کسی لوہے کے ٹکڑے پر زنگ زیادہ لگا ہو تو پھر اس کے اوپر ریگ مار بھی خوب لگانا پڑتا ہے، ایک آدھ دفعہ ریگ مار لگانے سے وہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس طرح انسان کا دل بھی گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جاتا ہے، زنگ آلود ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (سورة المطففين:14)

’’ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں، اس نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔‘‘

تو گناہوں کی وجہ سے دلوں پر زنگ لگ جاتا ہے اور یہ زنگ اگر زیادہ ہو جائے تو اس کے لیے پھر محنت بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے، ریگ مار بھی خوب لگانا پڑتا ہے۔ عورتیں اچھی طرح جانتی ہیں، جو برتن زیادہ میلا ہو وہ ایک دفعہ پانی میں دھونے سے صاف نہیں ہوتا، اس کو دو دو تین تین دفعہ دھونا پڑتا ہے، بلکہ اچھی طرح مانجھنا پڑتا ہے، تب جا کر برتن صاف ہوتا ہے۔اسی طرح دل کے برتن کو بھی اگر ہم صاف کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں محنت کرنی پڑے گی۔ دل کو منور رکھنے کے لیے یہ ذکر کی کثرت کرنی ہوگی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذکر کثیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

5 عرضِ حال مصنّف بحضور رحمۃ للعالمین ﷺ

20 مردہ بود از آبِ حیواں گفتمش — سرّے از اسرارِ قرآں گفتمش

امت مسلمہ (غلامی کی) موت میں جا چکی میں نے اسے آبِ حیات (احیائے خلافت واحیائے دین) کی بات سنائی اور قرآن کے رازوں (بھولی بسری تعلیمات) میں سے کچھ باتیں بتائیں

21 داستانے گفتم از یارانِ نجد — نکہتے آوردم از بستانِ نجد

میں نے نجد (سرزمین عرب) کے جوانمردوں (صحابہ رضی اللہ عنہم) کی داستان سنائی۔ اسلام کے وطن (نجد) کے مرغزاروں کی خوشبو (احیائے اسلام اور طلوعِ اسلام کی نوید) اس کو لا کر دی

22 محفل از شمعِ نوا افروختم — قوم را رمزِ حیات آموختم

میں نے اپنی شاعری کی شمع سے محفل کو روشن کر دیا — اور مسلمان قوم کو آزادی کی زندگی کا ڈھنگ سکھایا

23 گفت بر ما بندد افسونِ فرنگ — ہست غوغایش ز قانونِ فرنگ

(اُمت مسلمہ کے (کم علم) علماء وصوفیاء نے کہا کہ (یہ شخص) ہم پر فرنگی کا جادو پھونکتا ہے اس کا شور (ساری شاعری) فرنگیوں کے ساز سے ہے (اور اس میں کوئی مغربی سازش لگتی ہے)

24 اے بصیری را ردا بخشندہ — بربطِ سلما مرا بخشندہ

(اے رحمت للعالمین ﷺ) آپ ہی نے بصیریؒ کو چادر بخشی تھی (اور) مجھے سلمٰی کا ساز (عجمی زبان یعنی فارسی کی شاعری) عطا فرمایا ہے

20۔ امت مسلمہ غلامی کی موت میں جا چکی میں نے اس قوم کو آبِ حیات (ماضی میں زندہ مسلم اُمت کے حالات) کی بات سنائی ہے اور قوموں کی زندگی کے گر بتائے ہیں۔ یعنی احیائے اسلام اور احیائے دین کے ضمن میں قوموں کے عروج وزوال کے قرآنی رازوں (قرآنی تعلیمات) میں سے کچھ راز بتائے ہیں تاکہ ان میں جذبۂ عمل پیدا ہو۔ احادیث میں قربِ قیامت میں اسلام کے دوبارہ غلبے کا واضح ذکر ہے (اس کے لئے شکوہ، جوابِ شکوہ، طلوعِ اسلام کا مطالعہ ضروری ہے)

21۔ میں نے اس مردہ قوم کو سرزمین عرب کے شاہ سواروں (یارانِ نجد) اور جوانمردوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی داستان سنائی ہے۔ اسلام کے وطن کے مرغزاروں کی خوشبو (احیائے اسلام اور طلوعِ اسلام کی نوید والی احادیث سنائیں) لا کر دی تاکہ مسلمان قوم اپنے شاندار ماضی سے واقف ہو اور اپنے حال کی زبوں حالی کا احساس کرے اور مستقبل قریب میں اسلام کے عالمی غلبے کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے۔ علامہ اقبال نے دوسری جگہ فرمایا:

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی ، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

22۔ میں نے اپنی شاعری کی شمع سے اُمت مسلمہ کی محفل کو روشن کر دیا ہے اور مسلم نوجوانوں کو تازہ ولولہ دیا۔

ع اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو

اور مسلمان قوم کو آزادی کی زندگی کا ڈھنگ سکھایا ہے اور آزادی حاصل کرنے کے گر بتائے ہیں (مگر افسوس کہ قوم اٹھنے، جاگنے اور غلامی سے نکلنے کے لئے تیار نہیں)

23۔ امت مسلمہ کو میں نے جگانے کی کوشش کی ہے۔ جیسے ہی اُمت کے تنِ مردہ میں حرکت پیدا ہوئی ہے اور وہ بیدار ہونے کو ہے بعض مسلمان (علماء وصوفیاء) اپنے مفادات کے پیش نظر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ شخص ہم پر فرنگی جادو پھونکتا ہے اور اس کا شور (شاعری) فرنگیوں کے ساز اور انداز کی طرح ہے (گویا اس میں کوئی مغربی سازش لگتی ہے)۔ اوپر درج ہو چکا ہے کہ علامہ اقبال کا سارا کلام قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ سے ماخوذ ہے اور 1930ء کے خطبۂ آلہ آباد میں تاریخ اسلام کے پانچ ادوار والی حدیث کا پورا استدلال بیان کر کے علامہ اقبال نے عصر حاضر میں خلافت کے قیام کے لئے ایک علیحدہ وطن کی تجویز دی تھی (افسوس کہ ہمارے علماء اس حدیث کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (م 101ھ) کے دور احیائے خلافت پر چسپاں کر کے آج عمل سے فارغ بیٹھے ہیں)۔

24۔ اے رحمۃ للعالمین ﷺ، آپ نے ہی حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 696ھ/1296ء) کو قصیدہ بردہ پڑھنے پر چادر عطا فرمائی تھی اور سلمٰی کی طرح مجھے عجمی زبان فارسی اور اردو شاعری کا ذوق بخشا ہے تاکہ میں عصر حاضر میں امت مسلمہ کو غلامی کی زندگی سے نکال کر آزاد اور زندہ قوموں کی صف میں لا کھڑا کروں۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
مُلا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو!
اقبالؔ کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز
ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو!

زرداری اور نواز شریف کو خوب معلوم ہے کہ جتنی لوٹ مار انہوں نے مچائی ہے اگر تیسری قوت حکومت میں آگئی تو بحران کا کڑا احتساب ہوگا۔لہٰذا دونوں نے آپس میں مک مکا کرنا ہی کرنا ہے۔شہباز شریف کے بغیر نواز شریف کا گزارا ہوسکتا ہے لیکن زرداری کے بغیر نہیں ہوسکتا: ایوب بیگ مرزا

ووٹرز کو چاہیے کہ وہ نیک آدمی کو ہی ووٹ دیں لیکن بدقسمتی سے موجودہ نظام کسی بھی نیک آدمی کے اوپر آنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔لہٰذا ہمیں نبی اکرم ﷺ کے منہج پر چلتے ہوئے اور قرآن وسنت کی دعوت کو عام کرتے ہوئے ایک ایسی فضا پیدا کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں صالح لوگ اوپر آئیں: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

میزبان: آصف حمید

پانامہ کیس... اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پانامہ کیس کے فیصلے میں تاخیر پر کچھ لوگ شک کا اظہار کر رہے ہیں کہ یہ ایک ڈیل ہے۔آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: میں نہیں سمجھتا کہ کسی نوعیت کی ڈیل ہے۔ایسا شاید اس وجہ سے سمجھا جارہا ہے کہ پیپلز پارٹی کے بھی دو اہم مہروں (شرجیل میمن اور حامد سعید کاظمی) کی کرپشن کے سنگین کیسز میں ضمانت پر رہائی ہو چکی ہے۔مگر پہلی بات یہ ہے کہ وہ کلیئر نہیں ہوئے بلکہ ان کی ضمانت پر رہائی ہوئی ہے۔اگرچہ جس طرح کا ہمارا عدالتی نظام ہے اس میں کسی ملزم کا ایک دفعہ ضمانت پر رہا ہو جانا اس کی کلیئرنس ہی کی بنیاد بن جاتا ہے۔لیکن ایسا نہیں ہے کہ انہیں رہائی مل گئی ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو رینجرز نے گرفتار کیا ہے،صوبائی حکومت نے نہیں کیا۔جب حکومت کسی کو گرفتار کرتی ہے تو وہ عدالت میں بطور استغاثہ سامنے آتی ہے اور ملزم اپنے لیے صفائی کا وکیل کرتا ہے۔لیکن ہمارے عدالتی نظام میں یہ بہت بڑا سقم ہے کہ استغاثہ خود وکیل صفائی کا کردار ادا کرتا ہے یہ چونکہ پیپلز پارٹی کے لوگ تھے اور ان کو رینجرز نے گرفتار کیا تھا لہٰذا پیپلز پارٹی کی صوبائی حکومت نے عدالت میں بطور استغاثہ پیش ہو کر وہی کردار ادا کیا جو وکیل صفائی کو ادا کرنا تھا۔ایان علی کے بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو گرفتاری کے وقت ایئرپورٹ چھوڑنے آیا تھا وہ سابق صدر آصف علی زرداری کا پروٹوکول آفیسر تھا۔جب یہ صورتحال ہوگی تو حکومت کس طرح ملزموں کے خلاف ثبوت فراہم کرے گی۔جبکہ جج کے ہاتھ پاؤں قانون نے باندھے ہوتے ہیں۔جب استغاثہ خود کہہ رہا ہے کہ ملزم پر جو الزامات ہیں وہ صحیح نہیں ہیں تو جج کیا کرسکتا ہے،وہ کسی کو زبردستی سزا دے نہیں سکتا۔لہٰذا عدالت کے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ان کو ضمانت پر رہا نہ کرتی۔البتہ اس حوالے سے ڈیل پی پی اور ن لیگ میں ہوسکتی ہے لیکن یہ پی پی اور عدالت کی ڈیل نہیں ہوگی۔جہاں تک پانامہ کیس کا تعلق ہے وہاں ڈیل ممکن نہیں ہے۔وہاں سپریم کورٹ نے ازخود نوٹس لیا تھا۔اگرچہ وہاں بھی استغاثہ نے صفائی کا رول ہی ادا کیا ہے۔لیکن وہاں تحریک انصاف اور عمران خان بطور مدعی سامنے آئے ہیں اور انہوں نے مدعا علیہ کے خلاف کھل کر بات کی ہے۔چاہے عدالت تسلیم کرے یا نہ کرے مگر مدعی نے اپنی طرف سے پورے شواہد پیش کیے ہیں اور دستاویزات جمع کرائی ہیں۔

سوال: اس کا مطلب ہے کہ یہ رہائیاں محض اتفاق ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانامہ کیس کے فیصلے کے نتیجے میں الیکشن فوری کروانے پڑ جائیں اور اسی پس منظر میں پیپلز پارٹی اور ن لیگ نے ڈیل کی ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پانامہ کیس کا کیا فیصلہ آئے گا؟ عمران خان کی خواہشات پوری ہوں گی یا ن لیگ والے بچ جائیں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ عمران خان کی خواہشات کے عین مطابق فیصلہ آئے گا۔تاہم کورٹ میں جس طرح سے یہ کیس چلا،جو ثبوت پیش کیے گئے ہیں اور میڈیا میں جو خبریں آچکی ہیں ان کے مطابق نواز شریف کے ہاتھ صاف نہیں ہیں۔ان کی ذاتی اخلاقی حیثیت بہت مجروح ہوئی ہے۔یہ اور بات ہے کہ پانامہ میں ان کا نام آیا ہی نہیں۔وہ خود مجرم نہیں ہیں۔لیکن اخلاقی طور پر اب ان کی ساکھ اس قابل نہیں رہی کہ وہ ملک کے اتنے بڑے عہدے پر فائز رہ سکیں اور اگر کوئی ایسا فیصلہ آتا بھی ہے کہ جس میں ان کو براہ راست نااہل قرار نہیں دیا جاتا تب بھی ان کا بطور وزیراعظم برقرار رہنا بڑا مشکل ہوگا کیونکہ اس فیصلے کے خلاف ملک میں ایک بڑی تحریک چلے گی۔اب آپشنز یہ ہیں کہ اگر ان کو استعفیٰ دینے کا نہ بھی کہا گیا تو ان کی اخلاقی ساکھ اتنی مجروح ہو چکی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ خود اپنی پارٹی کی صدارت چھوڑ دیں اور اپنی جگہ کسی اور کو منتخب کروا کر وزیراعظم بنا دیں۔لیکن زیادہ چانسز یہ ہیں کہ ان پر اتنا سیاسی پریشر ہوگا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اسمبلی توڑ دیں اور کہیں کہ تین مہینے کے بعد ملک میں دوبارہ الیکشن ہوں گے۔

ایوب بیگ مرزا: میرے نزدیک دونوں انتہائی فیصلوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں آئے گا۔یعنی نہ تو نواز شریف کو کلین چٹ دی جائے گی اور نہ ہی انہیں نااہل قرار دیا جائے گا۔اگر کیس تھرو پراپر چینل آتا تو انہیں نااہل قرار دیا جاسکتا تھا۔اس کے لیے کیس پہلے الیکشن کمیشن کو جاتا ہے اور الیکشن کمیشن کے فیصلے کے بعد سپریم کورٹ میں اپیل ہوتی ہے۔لیکن یہاں کیس سیدھا سپریم کورٹ میں گیا ہے۔البتہ سپریم کورٹ کو دفعہ 187 کے تحت تمام اختیارات حاصل ہیں کہ وہ نااہل قرار دے سکتا ہے اگرچہ کیس تھرو پراپر چینل نہ بھی آیا ہو۔اب میرے خیال میں وزیراعظم کو step down کرنے کے لیے کہا جائے گا اور حتمی فیصلے کے لیے ایک کمیشن بنایا جائے گا۔وہ کمیشن انکوائری کرے گا۔اگر نواز شریف انکوائری میں پاک صاف نکلے تو دوبارہ اپنے عہدے پر بحال ہو جائیں

گے ورنہ نااہل قرار پائیں گے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ایوب بیگ صاحب نے جو فیصلہ بتایا ہے یہ بھی کوئی مبہم فیصلہ نہیں ہے۔ یہ بھی حکومت کے خلاف ہی ہے۔ اس وقت تمام لوگوں کی نظریں سپریم کورٹ کی طرف ہیں اور جو بھی فیصلہ ہوگا وہ پاکستان کی سیاست کے لیے گیم چینجر ضرور ہوگا۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی مبہم فیصلہ آیا تو ملک میں بہت انتشار پھیلے گا۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت پاکستان کی عدلیہ جتنی مضبوط ہے ماضی میں کبھی نہیں تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ میڈیا نے اس کیس کو اتنا اُچھال دیا ہے کہ ہر بچہ اور بوڑھا نواز شریف کے خلاف ہو چکا ہے۔ جس طرح حکومت کا پریشر ہوتا ہے اسی طرح میڈیا کا بھی ایک پریشر ہے اور ججز کے لیے اب اس پریشر کو نظرانداز کرنا ممکن نہیں رہا۔

سوال: اس کا کریڈٹ عمران خان کو آپ دیتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: ظاہر ہے اس کا کریڈٹ اسی کو جاتا ہے۔ اگر عمران خان نہ ہوتا، تحریک انصاف نہ ہوتی تو یہ کیس کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ جیسا کہ خواجہ آصف نے کہا تھا کہ لوگ خود ہی بھول جائیں گے۔ کیونکہ ہمیں بھول جانے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔

سوال: اگر ایان علی اور مشرف کی طرح نواز شریف کے خلاف بھی کچھ ثابت نہ ہو سکا اور فیصلہ ان کے حق میں آ جاتا ہے تو ملکی حالات کیا ہوں گے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ایان علی اور مشرف کے کیس سپریم کورٹ تک پہنچے ہی نہیں۔ وہ لوئر کورٹ میں تھے اور وہیں سے وہ لوگ ضمانت کروا کر باہر چلے گئے۔ لیکن پانامہ لیکس کا کیس جس سٹیج پر ہے وہاں اس طرح کے فیصلے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے کہ ملزم صاف بچ پائے۔

ایوب بیگ مرزا: جب استغاثہ خود ہی وکیل صفائی کا کردار ادا کرنے لگ جائے فیصلہ کرنے والا تو یہی کہے گا کہ ایان علی اور مشرف بے گناہ ہیں۔ لیکن پانامہ کیس اور ایان علی اور مشرف کے کیس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

سوال: کیا عمران خان کی جیت ہو جائے گی؟

ایوب بیگ مرزا: ایک اور بات بھی ہے۔ ہماری عوام بڑی عجیب ہے۔ اگر نواز شریف کے خلاف فیصلہ آتا ہے تو عین ممکن ہے کہ نواز شریف کی ہمدردی میں ایک عوامی لہر اُٹھ جائے۔ عمران خان کو اس کا فائدہ ضرور پہنچے گا۔ لیکن میں آپ کو ایسی چیز کی طرف نشاندہی کرتا ہوں جس میں قانون میں رہتے ہوئے ہمارے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ فرض کیجیے نواز شریف کے خلاف فیصلہ آ جاتا ہے، وہ نااہل قرار پاتے ہیں تو اگرچہ وہ خود اسمبلی نہیں توڑ سکیں گے بلکہ نیا وزیراعظم اسمبلی توڑے گا۔ لیکن اگر ن لیگ قومی اسمبلی توڑ دینے کا فیصلہ کرتی ہے مگر صوبائی اسمبلی نہیں توڑتی تو شہباز شریف عمران خان کو الیکشن کبھی جیتنے نہیں دیں گے کیونکہ پنجاب کا صوبہ ایک ایسا صوبہ ہے کہ جو فیصلہ وہ کرے گا وہی مرکز کا فیصلہ ہوگا۔

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ نواز شریف step down کر جائیں اور اپنی جگہ کسی اور کو وزیراعظم بنا کر مدت پوری کر لیں؟

ایوب بیگ مرزا: بالکل ایسا ہو سکتا ہے۔ عمران خان کی اس وقت یہی خواہش ہے۔ اس لیے کہ کسی اور سے معاملات سنبھالے نہیں جائیں گے اور ن لیگ کے حالات بد سے بدتر ہو جائیں گے۔

سوال: 2013ء کے الیکشن میں زرداری اور شریف فیملی کے درمیان الفاظ کی بڑی زبردست جنگ تھی۔ لیکن الیکشن کے بعد باہم شیر وشکر ہو گئے۔ کیا اب بھی وہی سب کچھ دہرایا جائے گا؟

اس وقت تمام لوگوں کی نظریں سپریم کورٹ کی طرف ہیں اور جو بھی فیصلہ ہوگا وہ پاکستان کی سیاست کے لیے گیم چینجر ضرور ہوگا۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی مبہم فیصلہ آیا تو ملک میں بہت انتشار پھیلے گا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: 2008ء کے الیکشن سے پہلے دونوں کے درمیان میثاق جمہوریت تھا اور باریاں فکس کر لی گئی تھیں۔ اب پھر ویسی ہی فضا بنائی جا رہی ہے۔ زرداری صاحب کی طرف سے جو بیانات آ رہے ہیں وہ محض انتخابی سیاست ہے جس کے بعد دوبارہ پھر دونوں شیر وشکر ہو جائیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: عمران خان کا ایک بہت بڑا قصور ہے کہ وہ بولتا بہت زیادہ ہے اور اس طرح اس نے اپنے سارے پتے کھول دیے ہیں جس کا فائدہ نواز شریف اور زرداری اٹھا رہے ہیں۔ ایک تاریخی مثال ہے کہ تقسیم ہند سے قبل کئی مسلمان جاگیردار کانگریس کے ساتھ تھے۔ جب نہرو نے یہ کہا کہ تقسیم کے بعد ہم جاگیرداری سسٹم ختم کر دیں گے تو وہ سارے مسلمان جاگیردار کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ یہی معاملہ عمران خان کے ساتھ بھی ہے۔ زرداری اور نواز شریف کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے جتنی لوٹ مار مچائی ہے اگر تیسری قوت حکومت میں آ گئی تو پھر ان کا احتساب یقینی ہوگا۔ لہٰذا ان دونوں نے آپس میں مک مکا کرنا ہی کرنا ہے۔ اس کے بغیر ان کا گزارا ہی نہیں ہے۔ نواز شریف کا شہباز شریف کے بغیر گزارا ہو سکتا ہے لیکن زرداری کے بغیر گزارا نہیں ہو سکتا۔

سوال: ہمارے ملک میں کوئی بھی حکومت اسٹیبلشمنٹ کی منظوری کے بغیر نہیں بنی اور جو بھی بنی اس میں کرپٹ لوگ ہی آئے۔ تو کیا اسٹیبلشمنٹ بھی ملوث نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بالکل سچ ہے کہ ہماری کوئی حکومت اسٹیبلشمنٹ کے بغیر نہیں بنی مگر میں اس سچ میں تھوڑا اضافہ کروں گا کہ ہماری اسٹیبلشمنٹ کا وجود بھی انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ کی مرضی کا محتاج ہے۔ یہ دونوں مل کر حکومت ’’تخلیق‘‘ کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہمیں ایک چانس ملا ہے کہ دنیا کے حالات تھوڑے تبدیل ہوئے ہیں اور امریکہ بحیثیت سپر پاور کچھ کمزور پڑا ہے جبکہ روس اور چین اُبھرے ہیں۔ اس چیز نے امریکن اور پاکستانی اسٹیبلشمنٹ کو ایک دوسرے سے دور کیا ہے۔ کرپٹ لوگوں کے آنے سے اسٹیبلشمنٹ کی کرپشن بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس کا بھی اس میں حصہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اسٹیبلشمنٹ بھی یہ دیکھتی ہے کہ وہ کس کے ساتھ آسانی سے ڈیل کر سکتی ہے۔ دو پارٹیاں جن کی باریاں لگی ہوئی ہیں یہ آزمائی ہوئی ہیں اور اسٹیبلشمنٹ ان کے ساتھ ڈیل کرنا سیکھ گئی ہے۔ لہٰذا اگر وہ کسی تیسری قوت کو موقع دے گی تو ہو سکتا ہے اس کے ساتھ بعد میں ڈیل مشکل ہو جائے۔ امریکی الیکشن میں انٹرنیشنل اسٹیبلشمنٹ نے جو کردار ادا کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

سوال: اس کا مطلب ہے الیکشن پھر ڈراما ہی ہیں اور ووٹر کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ہم یہ کہہ سکتے ہیں الیکشن بھی ایک ڈراما کا حصہ ہیں۔ مجھے شک سا ہو رہا ہے کہ اگر اس دفعہ الیکشن ہوئے تو اسٹیبلشمنٹ شاید اتنا کردار ادا نہ کرے کیونکہ اسٹیبلشمنٹ بھی دونوں سے تنگ ہے۔

سوال: پی پی اور ن لیگ کے لوگوں کے کرپشن کے واقعات آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ عوام کی آنکھیں نہیں کھلتیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جمہوریت میں ایک خرابی یہ ہے کہ جو لوگ الیکشن میں کھڑے ہوں گے آپ انہی کو ووٹ دیں گے۔ آپ اپنی مرضی سے کسی نئے آدمی کا نام لکھ کر ووٹ نہیں ڈال سکتے اور جو لوگ الیکشن میں کھڑے

ہوتے ہیں وہ وہی ہیں جن کو عوام پرکھ چکے ہیں۔ جو لوگ آج تحریک انصاف میں ہیں کیا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو کبھی ن لیگ اور پی پی کے اقتدار میں شریک رہے ہیں؟

سوال: ایک محب وطن آدمی ایسی صورتحال میں کیا کرے جو یہ چاہتا ہے کہ پاکستان ترقی کرے اور یہاں پر بے حیائی نہ پھیلے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: نبی اکرم ﷺ کا قول ہے کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ایسے تمہارے حکمران بھی ہوں گے۔ آج جو حالت ہمارے لیڈروں کی ہے کیا عوام کی حالت اس سے مختلف ہے؟ چنانچہ لیڈر عوام الناس میں سے ہی سامنے آتے ہیں۔ اگر ایک روپیہ کی بددیانتی حکمران کرے گا اور وہی ایک روپیہ کی بددیانتی عوام میں بھی ہر کوئی کرے گا تو یہ اربوں روپے بن جائیں گے۔ لہٰذا دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں۔

سوال: جماعت اسلامی پر کرپشن کا کوئی الزام نہیں اگر اس طرح کے لوگ مل کر ایک پلیٹ فارم بنائیں تو یہ آپشن نہیں ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: آپشن تو ہے لیکن کیا عوام چاہتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت بنے جو ان کا مزہ کرکرا کر دے؟ اب تو غیر ملکی ثقافت کی اتنی یلغار ہوچکی ہے کہ صرف دو کام ہی ہونے رہ گئے ہیں۔ ایک شادی پر پھیرے نہیں لگتے اور مُردے کو جلایا نہیں جاتا ورنہ تو باقی ساری غیر ملکی ثقافت ہمارے گھروں میں گھس گئی ہے۔ سونیا گاندھی نے ٹھیک کہا تھا کہ ہم سماجی طور پر پاکستان کو فتح کر چکے ہیں بس درمیان میں صرف ایک لکیر رہ گئی ہے اور ہمارے حکمران اس لکیر کو بھی مٹانے کے درپے ہیں۔

سوال: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جمہوریت کا پراسس اگر اسی طرح چلتا رہے تو آہستہ آہستہ اس ملک میں جمہوریت کارآمد بن جائے گی۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا بھی یہی خیال تھا اور وہ فرماتے تھے کہ اسلام پاکستان کا باپ ہے اور جمہوریت ماں ہے۔ لیکن جب ہم اپنے سیاستدانوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں ہمیں کوئی بھی محب وطن اور محب دین نظر نہیں آتا تو کیا ایسی صورت میں جمہوریت کا یہ پراسس جاری رہنا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے ہندوستان میں ایک زبردست فتح حاصل کی تھی لیکن یہ فتح مسلم لیگ نے اس لیے حاصل کی تھی کہ مسلم لیگ کا نعرہ تھا کہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ''۔ یعنی مسلم لیگ کی یہ فتح دینی بنیادوں پر تھی نہ کہ سیاسی بنیادوں پر۔ لہٰذا پاکستان کا ذریعہ تو جمہوریت بنی لیکن بنیاد اسلام بنا۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب کی بات بالکل درست ہے کہ پاکستان کا باپ اسلام اور جمہوریت ماں ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحبؒ نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر پاکستان میں سیکولرازم ہو تو بھی جمہوریت کی رو سے اسلام غالب آئے گا کیونکہ یہاں 95% سے زیادہ مسلمان ہیں اور وہ اسلامی نظام چاہیں گے۔ آج بھی عالمی سروے کے مطابق پاکستان کی 85% سے زیادہ آبادی اسلامی نظام چاہتی ہے۔ تو کیا اتنی بڑی اکثریت کی خواہش 70 سالوں میں پوری ہوئی؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہم نے پاکستان کی ماں یعنی جمہوریت کو زندہ درگور کر دیا ہے۔ 1949ء میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی تھی جس نے گاڑی کو پٹڑی پر چڑھا دیا تھا لیکن ہم نے اس کا انجن اُلٹی طرف لگا کر پاکستان کے باپ یعنی اسلام کو

> سونیا گاندھی نے ٹھیک کہا تھا کہ ہم نظریاتی طور پر پاکستان کو فتح کر چکے ہیں بس درمیان میں صرف ایک لکیر رہ گئی ہے اور ہمارے حکمران اس لکیر کو بھی مٹانے کے درپے ہیں۔

بھی چلتا کر دیا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب بھی اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ اب پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جمہوریت کام نہیں دے گی۔ البتہ وہ مارشل لاء سے بہتر اسی جمہوریت کو سمجھتے تھے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: میں تو یہی کہوں گا کہ اگر جمہوریت کی ریل چلتی رہی تو ممکن ہے کسی نہ کسی اسٹیشن پر صحیح قیادت میسر آ جائے لیکن فی الحال حالات خرابی کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ کیونکہ ہر الیکشن میں ایک مخصوص طبقہ کے لوگ ہی منتخب ہو کر دوبارہ آ جاتے ہیں جن کی فیملی میں ہی سیٹوں کی ایڈجسٹمنٹ ہوتی ہے۔

سوال: پھر ضرورت کس چیز کی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جمہوریت کوئی آئیڈیل طرز حکومت نہیں ہے۔ لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم نے جمہوریت کو بھی صحیح شکل میں نہیں اپنایا۔

سوال: جمہوریت تو اپنے اصل کے اعتبار سے شرک ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگر ہمارے آئین کے تحت جمہوریت ہوتی تو وہ شرک نہ ہوتا بلکہ وہ اسلامک ڈیموکریسی کہلاتی۔ لیکن اب ہم جمہوریت کی سیڑھی چڑھ کر پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہیں بنا سکیں گے۔ اب ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے وہی راستہ اختیار کریں جس پر دنیا کی پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی اور وہ تھی ریاست مدینہ۔ مدینہ کے بعد دنیا کی واحد ریاست پاکستان ہے جو اسلام کے نام پر بنی۔ لہٰذا جس منہج پر ریاست مدینہ قائم ہوئی اسی منہج پر پاکستان بھی ایک اسلامی ملک بن سکتا ہے۔ یعنی اب انقلاب کے بغیر پاکستان کو اسلامی ریاست نہیں بنایا جا سکے گا۔ ہمیں منہج انقلاب نبویؐ کے طرز پر انقلاب لانا ہوگا۔ البتہ قتال کے مراحل میں اجتہاد کرنا ہوگا اور اس کی جگہ جمہوری پراسس کو اپنا کر ہم اس ملک میں انقلاب لا سکتے ہیں۔

سوال: آج ایک پاکستانی ووٹر کیا کرے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ووٹرز کے لیے درست پیغام یہی ہے کہ وہ نیک آدمی کو ووٹ دیں لیکن بدقسمتی سے موجودہ نظام کسی بھی نیک آدمی کے اوپر آنے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ہمیں نبی اکرمؐ کے منہج پر چلتے ہوئے اور قرآن وسنت کی دعوت کو عام کرتے ہوئے ایک ایسی فضا پیدا کرنی چاہیے جس کے نتیجے میں صالح لوگ اوپر آئیں۔ آج سیاست ایک تجارت بن گئی ہے جس میں ایک نیک آدمی قدم رکھتے ہوئے کتراتا ہے۔ ایسی جماعتیں ضرور ہیں جو صالح لوگوں کو سامنے لاتی ہیں مگر ہمارے ہاں ان کی اتنی زیادہ مقبولیت نہیں ہوتی۔ اصل میں ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں میں یہ پیغام عام کیا جائے کہ وہ صحیح قیادت کو سامنے لائیں اگر صحیح قیادت میسر نہیں تو پھر عوام خود اس نظام کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔ کیونکہ یہ ایک سٹیٹس کو بن گیا ہے کہ انتخابات میں وہی لوگ بار بار کھڑے ہوتے ہیں اور وہی حکومت میں آتے ہیں۔ لہٰذا عوام الناس میں ایک جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

ایوب بیگ مرزا: عوام اگر صالح قیادت چاہتے ہیں تو پھر ہر آدمی کو صالح بننا ہوگا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو اُسے سب سے پہلے اسلامی شریعت اپنے وجود پر نافذ کرنا چاہیے۔ اُسی کا ابلاغ کرنا چاہیے تاکہ صالح معاشرہ تشکیل پا سکے اگر صالح معاشرہ تشکیل پا جائے گا تو یہ صالح معاشرہ انقلاب برپا کرنے کی پوزیشن میں ہوگا۔ مسلط شدہ ظالمانہ نظام کو ختم کر کے اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی کا نفاذ تب ہی ممکن ہوگا۔

> قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

ڈینور کولوراڈو (امریکہ) کے رہائشی جوڑے کا کتا خاندان کے ساتھ سپرنگ فیلڈ گیا ہوا تھا۔ وہاں جنگل میں خرگوش کا پیچھا کرتا لاپتا ہو گیا۔ ایک تہلکہ برپا ہو گیا۔ علاقے بھر کے لوگ کتا تلاشنے میں لگے ہیں۔ فیس بک پر یہ غم شیئر ہوتا رہا۔ جانوروں کے تحفظ کے ادارے سے لے کر والدین...... معاف کیجیے مالکان تک سبھی سرگرداں تھے۔ اس خبر کو انجام تک تو نہ دیکھا جا سکا۔ تاہم کتے کی لاپتگی پر تشویش کی خبر کے دوران کچھ انسانی خبریں نظر سے گزریں۔ لاپتگان...... ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں لاپتگی کے جنگل میں کھو گئے۔

سندھ ہائی کورٹ نے (بہت عرصے کے بعد یہ بازگشت سننے میں آئی!) سو سے زائد لاپتا افراد کی بازیابی کیس میں شہریوں کی گمشدگی اور جعلی مقابلوں پر شدید اظہار برہمی کیا ہے۔ جہاں ایسے ہی دو لاپتا بیٹوں کے باپ نے بتایا کہ ان میں سے ایک کو جعلی مقابلے میں دیگر لاپتگان کے ساتھ مار دیا اور دوسرا بیٹا تا حال لاپتا ہے۔ اسی دوران کراچی کے مختلف علاقوں سے 5 مسخ شدہ لاشیں برآمد ہوئیں اور دریائے نیلاب اٹک سے بھی 5 افراد کی لاشیں اسی طرح ملیں۔ جن میں سے ایک لاش کو باپ نے پہچان لیا جو دو ماہ پہلے لاپتا ہو گیا تھا۔ عدالتوں، سیاستدانوں، سیاسی جماعتوں، صحافیوں، میڈیا ہاؤسز، اینکر پرسنز سبھی کے ذمے یہ بھاری قرض ہے۔ کم از کم زندہ، مردہ (خدانخواستہ) کی فہرستیں تو حکومت/ادارے جاری کریں۔ لاشوں، قبروں کی خبر تو دیں۔ انٹرنمنٹ سینٹروں میں محبوس افراد کی فہرستیں تو سامنے لائیں۔ یہ مردم شماری کون کرے گا؟ زندہ درگور لواحقین، والدین، ننھے بچے، جیتے جی نیم بیوگی کی شکار بیویاں کسی نتیجے پر تو پہنچیں۔ ماں تو اتنی دیوانی ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کناں ہوتی ہے اپنے بیٹے حارثہؓ کی شہادت پر...... کہ اگر وہ جنت میں ہے تو بتایئے تاکہ میں صبر کروں...... ورنہ جی بھر کر روؤں! سیکولرازم کے خمار میں مبتلا حکومت کیا نہیں جانتی کہ موت کی خبر کتنے فقہی دینی مسائل ہمراہ لیے ہوتی ہے۔ عدت، وراثت نوعیت کے؟ اب اگر فوجی عدالتوں کے سپرد عدل وانصاف کر دیا گیا ہے۔ سول عدلیہ سبکدوش ہو گئی ہے تو شفاف انصاف اور مندرجہ بالا سوالوں کے سارے جواب فراہم ہونے چاہئیں۔ بہ نسبت ایک ایک سانحے کے دس دس ماسٹر مائنڈ ڈیکلیئر کر کے اندھا دھند مارے چلے جانے کے۔

امریکی جنگ کے دیئے چرکوں کا شمار نہیں۔ پرویز مشرف کے دور سے پاکستان امریکی اہلکاروں، ایجنٹوں کی چراگاہ بن گئی۔ ہر حکومت ان کی سہولت کار بنی۔ حسین حقانی کے مضمون پر واویلا کیا کرنا۔ اس حمام میں سبھی یکساں ہیں۔ پیپلز پارٹی دور میں اگر امریکیوں کو 52 ہزار ویزے جاری ہوئے اور اس میں 13 ہزار سی آئی اے ایجنٹ تھے تو دہشت گردی کی جنگ کا خار دار جنگل انہی کے ہاتھوں بویا گیا۔ ماسٹر ٹریز، ڈیتھ اسکواڈ انہی ہاتھوں نے تیار کیے۔ ایک آہنی پردے کے پیچھے چلتی کہانیاں کبھی کبھی قصداً سامنے لائی جاتی ہیں۔ وگرنہ کون، کیا، کب، کہاں، کس لیے...... عوام کالانعام کیا جانیں۔ 14-7 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ بھگتیں۔ آسمان سے باتیں کرتی مہنگائی سے مذاکرات کی کوشش کریں۔ پانی کی کمیابی کے چرکے سہیں۔ پانی کو ترستی فصلوں کا غم کھائیں یا یہ دیکھیں کہ زرداری گئے کیوں تھے؟ دھوم دھڑکے سے واپس کیوں آ گئے؟ یکا یک دھانسو قسم کے بیانات کے جلو میں آل اولاد سمیت شہ سرخیوں میں کیوں آ دھمکے؟ 479 ارب کرپشن کی کہانی والے ڈاکٹر عاصم کی رہائی کیسے؟ ایان علی باہر چلی گئی؟ پرویز مشرف ٹوٹی کمر کے ساتھ جہاز کی سیڑھیاں پھلانگتے باہر چلے گئے۔ واپس آنے کے شوق میں اب مبتلا ہیں!

یہ پاکستان ہے۔ یہاں اقبالؒ کے خوابوں کی بھیانک تعبیر اور قائداعظمؒ کے جیب کے کھوٹے سکوں کی جھنکار تو غلام محمد کے گورنر جنرل بنتے ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ کتنی جلد لاکھوں جانوں کی قربانی کا ثمر ایک مفلوج، بدکردار زندہ لاش کی جھولی میں جا پڑا۔ کرسیٔ اقتدار کی جگہ وہیل چیئر پر دھرا غلام محمد ہمارے حصے آیا۔ امریکہ سے درآمد کردہ آدھی امریکن آدھی سوئس مس روتھ بورل۔ طرح دار گوری پرنسپل سیکرٹری مفلوج گونگے غلام محمد کا نفس ناطقہ بنی ہمارے ملک کی تقدیر لکھتی رہی۔ بیشتر وقت ایوان اقتدار روحانی، علمی، اخلاقی طور پر مفلوج بدروحوں کی آماجگاہ ہی رہا ہے۔ پاکستان مشیت الٰہی کے تحت بانیان کے اخلاص، سادہ لوح اسلام کی خاطر لٹ پٹ کر آنے والوں کی شہادتوں اور قربانیوں کے صدقے معجزاتی طور پر قائم و دائم ہے۔ ورنہ اس کے بخیے ادھیڑنے والوں نے کوئی کمی روا نہ رکھی۔

آج اگر وزیراعظم دوقومی نظریے کی تردید میں علماء سے نیا مذہبی بیانیہ چاہ رہے ہیں تو گویا بہ زبان حال ہندوؤں کے ساتھ ہولی کھیلتے کہہ رہے ہیں: دین اکبر کو بچانے کے لیے...... چند فتوؤں کی ضرورت ہے میاں! وزیراعظم صاحب ذرا سیکولرازم کی غوطہ خوری سے نکل کر ایک نگاہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے بھارت کو کشمیر میں دیکھ لیں۔ یوپی کے نومنتخب انتہا پسند وزیراعلیٰ جنونی یوگی آدیتیا ناتھ کو 4 کروڑ مسلمانوں کے مقدر میں اذیتیں بھرنے کے در پے ہوتے دیکھ لیں۔ بریلی میں گلی گلی لگائے پوسٹر مسلمانوں کو ہجرت کر جانے کو کہہ رہے ہیں۔ انتخابات میں کامیاب ہونے والے زیادہ تر انتہا پسند ہندو غنڈہ عناصر ہیں جن کے ہاتھوں مسلم آبادی شدید خطرے سے دوچار ہے۔

ایک وقت تھا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے بالعموم اور ہندوستان کے مسلمانوں کے حق کے لیے آواز اٹھانا بالخصوص ہماری خارجہ پالیسی کا ستون تھا۔ اب صرف ترجمان دفتر خارجہ بمشکل تمام کشمیر پر لب کشائی کر لیں تو ہم شکر ادا کرتے ہیں۔ اس تناظر میں وزیراعظم کی نئے مذہبی بیانیے کی فرمائش ملاحظہ ہو جس کے خدوخال ان کی اپنی تقریر ہولی موڈ میں واضح کر رہی ہے: پاکستان اس لیے نہیں بنا کہ ایک مذہب (اسلام) کو دوسرے مذہب (کروڑوں بت بھرے ہندومت) پر ترجیح دی جائے! اس کے لیے قائداعظم کی 100 تقاریر کا پورا بیانیہ بدلنا پڑے گا جو انہوں نے قیام پاکستان کے مقاصد (اسلام کی تجربہ گاہ) بیان کرنے میں سامنے رکھا۔ جس بیانیے پر مسلمانانِ ہند اپنا سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ (بیٹیاں کنوؤں میں پھینک کر) سوئے پاکستان روانہ ہوئے۔ سرزمین پاکستان میں قدم رکھتے سربسجود ہوئے۔ مندر تلاش کر کے ہولی کھیلنے

نہ گئے! یوں بھی قیام پاکستان 27 رمضان کو ہوا۔ لیلۃ القدر کا تحفہ تھا۔ ہولی، بسنت، ویلنٹائن ڈے کرسمس کا نہیں۔

وقت آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آنے والے ادوار کفر واسلام کے بھاری معرکوں کے ہیں۔ 2500 سال پرانے یونان کے بوسیدہ گڑھوں سے نکالے سیکولرازم کو بالآخر مٹ جانا ہے۔ 1400 سال سے دنیا پر سایہ فگن اسلام کو غالب ہو کر رہنا ہے...... یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین (نظام ہائے زندگی) پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو (الصف 9:8)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا!

یہ نہ سول سوسائٹی کی موم بتیاں ہیں...... نہ آپ کی برتھ ڈے پر پھونک مار کر بجھائی جاتی کیک پر کھڑی موم بتیاں! یہ اللہ کے سچے وعدے ہیں۔ ان کے مقابل کھڑے ہو کر اپنی دنیا وآخرت کی بربادی کا سامان کرنے والے بیانیوں سے سچی توبہ درکار ہے۔

اصلاً دہشت گردی کا بیانیہ بدلنے کی ضرورت ہے۔ اسلام، مسلمانوں اور شریعت کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ امریکی ویزوں کا حاصل ہے۔ پہلی دوسری جنگ عظیم بھڑکانے اور کروڑوں انسانوں کو اس کی آگ میں بھسم کرنے والے ہیروشیما ناگا ساکی پر قیامت ڈھانے والے، شمالی امریکہ میں 10 کروڑ ریڈ انڈینز کو موت کے گھاٹ اتارنے والے، 18 کروڑ سے زائد سیاہ فاموں کو غلام بنا کر افریقہ سے جانوروں کی طرح امریکہ لے جانے والے، یہ سب دہشت گردیاں حکومت کے ممدوح امریکہ برطانیہ یورپ کی ہیں۔ جنہوں نے بیت المقدس میں صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائیں، گھوڑوں کے گھٹنوں تک خون بہا۔ افغانستان تا شام...... غزہ تا عراق پورے گلوب پر مسلم خون بہاتے یہی خوش پوش، تہذیب بگھارتے گلوبل چودھری ہیں۔ اسلام کا بیانیہ بدلنے کی جرأت کس ذی نفس میں ہے......؟

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

سحر کے داعی بنیے...... ظلمتوں کے نہیں! ☆☆☆

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ''شعبہ تحقیق اسلامی'' (IRTS)
کے زیرِ انتظام ابلاغِ عامہ وافادۂ عام کی ویب سائٹس

- www.tanzeemdigitallibrary.com بانیٔ تنظیم وصدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس، خطابات وتصنیفات کا جملہ تحریری مواد یونی کوڈ کے سرچ ایبل فارمیٹ (Unicode searchable format) میں دستیاب ہے۔
- www.giveupriba.com انسدادِ سود کی کوششوں کے ضمن میں جملہ معلومات، تاریخی پس منظر، عدالتی فیصلے، قرآن وسنت کے حوالہ جات، معروف تفاسیر کے اقتباسات اور شرق وغرب کے نامور مفکرین کے اقوال وتحریرات اس ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔
- www.hafizahmedyar.com پروفیسر حافظ احمد یارؒ (سابق مدرس پنجاب یونیورسٹی وقرآن اکیڈمی لاہور) کا علمی خزانہ، قرآن مجید کی صرفی ونحوی ترکیب، بلاغتِ قرآن وآڈیو تفسیرِ قرآن اس ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org

پر ملاحظہ کیجیے:

- تنظیم اسلامی کا تعارف
- بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا مکمل دورۂ ترجمۂ قرآن
- بانیٔ تنظیم اسلامی اور امیر تنظیم اسلامی کے مختلف خطابات
- تلاوتِ قرآن، دروسِ قرآن، دروسِ حدیث اور خطاباتِ جمعہ
- صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک اور اربعین نوویؒ کے تراجم
- میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے
- اردو اور انگریزی کتابیں
- آڈیو/ ویڈیو کیسٹس/ سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست

Visit us at www.tanzeem.org

مطالعہ سیرت المصطفیٰ ﷺ کی ضرورت واہمیت

مولانا فضل الرحمٰن

مطالعہ سیرت نبوی ﷺ کی ضرورت واہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، لیکن آج ہم جس طرح اس فریضہ سے غفلت برت رہے ہیں، وہ محض اس وجہ سے ہے کہ اس کی حقیقی ضرورت واہمیت کا احساس ہمارے دلوں سے محو ہوگیا ہے۔ ہماری زندگیوں کی نہج کچھ ایسی بن گئی ہے کہ ہمیں اس اہم خلاء کا احساس بھی کم ہوتا ہے، جو ہماری زندگیوں میں مطالعۂ سیرت ﷺ کے فقدان یا کمی کی بنا پر پیدا ہوگیا ہے، جس کی وجہ سے ہم اپنی انفرادی واجتماعی زندگیوں کی تشکیل وتعمیر کے لیے حقیقی روشنی اور رہنمائی کے سرچشمے سے محروم ہوگئے ہیں اور یہ وہ محرومی ہے جس کے ذمہ دار ہم خود ہی ہیں۔ ہر اس شخص کے لیے سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ بے حد ضروری ہے جو دین اسلام کو جاننے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا خواہش مند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو بہترین نمونہ قرار دے کر اہل اسلام کو آپؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ لہٰذا سیرت نبوی ﷺ کو جانے بغیر آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل ممکن نہیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں اتباع رسول ﷺ اور اطاعت رسولؐ کو لازم اور فرض قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے بھی سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ لازم ہے، تاکہ آنحضرت ﷺ کے احکامات اور دیگر اوامر ونواہی کے ساتھ ساتھ آپؐ کے پسند وناپسند کا علم بھی ہوسکے۔ دین اسلام کی تبلیغ اور نشر واشاعت کے حوالے سے سیرت نبویؐ کا مطالعہ ناگزیر ہے، تاکہ ایک تو ہر مبلغ تبلیغ کے اس مسنون طریقہ کار سے آگاہ ہو، جس پر عمل پیرا ہوکر آنحضرت ﷺ نے عرب کی کایا پلٹ دی اور دوسرا اس مطالعہ کے ذریعے مخاطب کو آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ سے متعارف کرواکر اور موقع بہ موقع سیرت کے واقعات سنا کر اسے متاثر کیا جاسکے۔ قرآن کا فہم، مطالعہ سیرت کے بغیر ناممکن ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہی قرآن کی عملی تصویر اور کامل تفسیر ہیں۔ مسلمانوں کے لیے سیرت کا مطالعہ محض ایک علمی مشغلہ ہی نہیں، بلکہ دینی ضرورت ہے، جبکہ غیر مسلموں کے لیے سیرت کے مطالعہ کی نوعیت اس سے کچھ مختلف ہوسکتی ہے۔ غیر مسلم کا سیرت کے مطالعہ کا مقصد ان حالات اور اسباب سے آگاہی ہوسکتا ہے کہ جس کے ماتحت آنحضرت ﷺ نے تیئیس سال کے قلیل عرصہ میں دنیا میں ایک ایسا انقلاب برپا کردیا اور عرب کی جاہل قوم سے ایک ایسی امت تیار کردی کہ جس کے کارنامے مورخین عالم کے لیے انتہائی دلچسپ اور موجب صد حیرت ہیں۔

اب آتے ہیں سیرت کے مآخذ کی طرف! سیرت نبوی ﷺ کے دو اہم ماخذ ہیں: پہلا مآخذ قرآن کریم ہے، جس کی صحت اور جس کا درجہ استناد شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ آپؐ کی زندگی کے اہم پہلوؤں کے لیے صحیح اور بنیادی معلومات قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”کان خلقہ القرآن“ گویا قرآن آپ کے اخلاق کی صحیح اور سچی تفسیر وتصویر ہے، چنانچہ بہت سے علماء نے صرف قرآن مجید کی روشنی میں حیات رسولؐ مرتب کرنے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔

دوسرا اہم مآخذ حدیث نبویؐ ہے، جس کی حفاظت میں لاکھوں نفوس قدسیہ نے اپنی جانیں کھپادیں، چنانچہ زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق آپ ﷺ کے اقوام وافعال پر مشتمل محدثین عظام نے جو مجموعے تیار کیے ہیں، وہ سیرت نبویؐ کو جاننے اور سمجھنے کے اہم ذرائع ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ ثانوی مآخذ اور مصادر بھی ہیں، مثلاً:

(1) کتب المغازی والسیر

(2) دلائل النبوۃ کے تحت تصنیف کردہ کتابیں

(3) کتب الشمائل: یعنی وہ کتابیں جو آنحضور ﷺ کے اخلاق واوصاف سے متعلق لکھی گئی ہیں۔

(4) وہ کتابیں جو تاریخ اور سیرت دونوں کا مجموعہ ہیں۔

مطالعہ سیرت کی اہمیت کے سلسلے میں علامہ ابن القیم فرماتے ہیں کہ سیرت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض ہے، اس لیے کہ سعادت دارین آپ ﷺ کی لائی ہوئی رہنمائی اور ہدایت پر مبنی ہے، لہٰذا جو شخص بھی سعادت کا طالب ہو اور نجات کا خواہش مند ہو، وہ آپؐ کی لائی ہوئی ہدایت، آپؐ کی سیرت اور آپؐ کے معاملات سے آگاہی کا مکلف اور پابند ہے۔ دور جدید میں مطالعۂ سیرت کی اہمیت کے بعض نئے پہلو ہمارے سامنے آئے ہیں۔ مثلاً تہذیبی نقطۂ نظر سے اس کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے، کیونکہ اسلامی تہذیب سابقہ تمام تہذیبوں کی روح اور خلاصہ ہے۔ یہ اسلامی تہذیب ہی ہے جو جدید تہذیبوں کا ربط ماضی کی تہذیبوں سے قائم کرتی ہے۔ گویا اسلامی تہذیب سابقہ اور لاحقہ تہذیبوں کا نقطۂ اتصال ہے۔ یہ ایک ایسی علمی حقیقت ہے جسے غیر مسلم مؤرخین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا تمام تہذیبوں کے حقائق کی معرفت کے لیے اسلامی تہذیب سے بھرپور واقفیت لازمی ہے اور اسلامی تہذیب سے واقفیت سیرت کے مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح علمی اور تحقیقی اعتبار سے بھی مطالعۂ سیرت کی اہمیت کافی بڑھ گئی ہے، یعنی اسلامی تہذیب کی وجہ سے انسانی سطح پر جو زبردست علمی، تحقیقی اور فکری انقلاب برپا ہوا، جس کے ذریعے علوم وفنون کی تحقیق اور اس میدان میں ایک نئے عالمی دور کا آغاز ہوا۔ آخر یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا؟ اس کی تفصیلات اور اس کے حقائق تک رسائی کے لیے بھی ہمارے لیے سیرت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

بین الاقوامی نقطۂ نظر سے بھی سیرت کا مطالعہ کافی اہمیت کا حامل بن گیا ہے، یعنی اس وقت جو عالمی مسائل پوری دنیا کو درپیش ہیں، ان کا صحیح حل مسلم قوم کو شامل کیے بغیر تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمانوں کو جو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ اسے نظر انداز کرکے اس سمت میں کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس سلسلے میں مسلمانوں سے تعاون حاصل کرنے کے لیے ان کا مزاج اور ان کا تہذیبی پس منظر جاننا انتہائی ضروری ہے اور اس کے لیے پوری اسلامی تہذیب سے آگاہی ضروری ہے اور یہ سیرت نبویؐ کے بھرپور مطالعہ کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سیرت محض ایک شخصیت کی سوانح عمری کا نہیں، بلکہ یہ ایک تہذیب، ایک تمدن، ایک قوم، ایک ملت اور ایک الٰہی پیغام کے آغاز اور ارتقاء کی ایک انتہائی اہم، دلچسپ اور مفید داستان ہے، لہٰذا دور جدید میں ہم سب کو پوری سنجیدگی کے ساتھ سیرت کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کے لیے مطالعہ سیرت کی ضرورت اظہر من الشمس ہے، کیونکہ مسلمانوں کے لیے

اسوۂ حسنہ صرف آنحضورﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ نیز اسلام میں خدا کی معبودیت اور وحدانیت کے اعتراف کے بعد سب سے اہم آنحضورﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ہے۔ جو ذات ہمارے لیے اتنی اہمیت کی حامل ہو کہ اس کا نام لیے بغیر ہمارا ایمان مکمل نہ ہوتا ہو، اس کے حالات سے لاعلمی ایک بدترین جرم ہے۔

مطالعۂ سیرت کی ضرورت انسانی حیثیت سے بھی ہے۔ قرآن مجید نے آنحضورﷺ کے ''رحمۃ للعالمین'' ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے، ایک انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حیاتِ طیبہ میں اس دعویٰ کی صداقت تلاش کرے اور حیاتِ طیبہ سے متعلق پوری تفصیلات سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ مطالعۂ سیرت کی ضرورت اس پہلو سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ موجودہ دور ایک عالمگیریت کا دور ہے۔ پوری دنیا ایک عالمگیر نظام کی ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ انسانی خودساختہ نظام یکے بعد دیگرے فیل ہو رہے ہیں۔ پوری دنیا متبادل نظام کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہی ہے۔ یہ ضرورت اگر کوئی مذہب پوری کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے، کیونکہ عالمگیریت کا نمونہ اگر کسی نے پیش کیا ہے تو وہ یہی اسلام ہے، گویا عالمگیر نظام برپا کرنے اور اسے صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لیے اگر کسی شخصیت کی زندگی صحیح رہنمائی کر سکتی ہے تو وہ صرف آنحضورﷺ کی زندگی ہے اور آپ کی پوری زندگی کی عکاسی سیرت کی کتابوں میں موجود ہے۔

مطالعۂ سیرت کی ضرورت اس پہلو سے بھی ہے کہ اسلام ہر دور میں اشاعت کے لحاظ سے ایک تیز رفتار مذہب رہا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ جن ادوار میں مسلمانوں کو سیاسی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اور مادی و عسکری اعتبار سے بظاہر شکست ہوئی، ان ادوار میں بطورِ خاص اسلام اور تیزی کے ساتھ پھیلا۔ نائن الیون کا واقعہ اس کی زندہ مثال ہے۔ اس واقعہ کے بعد امریکا اور یورپ میں قبولِ اسلام کی جو رفتار رہی وہ اس سے پہلے نہیں تھی، لیکن نائن الیون کے بعد اسلامی لٹریچر کی طباعت و اشاعت بھی کئی گناہ بڑھ گئی۔ وہ کیا قوت اور اسپرٹ ہے جو اسلام کو اس تیزی کے ساتھ پھیلا رہی ہے؟ اسے جاننے کے لیے سیرت کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ دورِ جدید میں مستشرقین کی طرف سے سیرتِ رسولؐ اور تاریخِ اسلام سے متعلق غلط قسم کے نظریات قائم کیے جانے اور بے بنیاد الزامات و اعتراضات کیے جانے کی وجہ سے مطالعۂ سیرت کی ضرورت اور بھی دوچند ہوگئی ہے۔ جب تک سیرت کا مطالعہ گہرا اور وسیع نہ ہو تب تک مستشرقین کی طرف سے پیش کردہ شبہات اور اعتراضات کا رد علمی و تحقیقی انداز میں بہت ہی مشکل ہے۔ لہٰذا سیرت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

☆☆☆

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، کوہاٹ کے ملتزم رفیق الطاف احمد پراچہ دل کے عارضہ کے باعث وفات پاگئے

☆ ملتان شمالی کے رفیق جناب شیخ انعام الحق (ناظم قرآن اکیڈمی) کے ماموں وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی جاتلاں کے نقیب ناظم حسین کی بہو وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورتِ رشتہ

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور کے کارکن، عمر 75 سال، صحت مند اور تندرست، پہلی بیوی فوت، لاہور میں ذاتی رہائش اور ملازمت، کے لیے پچاس سال کے لگ بھگ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0336-4441137

☆ پشاور شہر کی رہائشی بخاری (پٹھان) فیملی کو اپنی بیٹی (طلاق یافتہ)، عمر 35 سال، دینی تعلیم قرآن مجید بمع تجوید و ترجمہ جاری ہے، مڈل پاس، شرعی پردہ کی پابند کے لیے شریعت کے پابند، نیک سیرت، باروزگار، پشاور کے رہائشی لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ دوسری شادی کے خواہش مند بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0300-5925614
0315-8854433

☆ کینیڈا میں مقیم رفیق تنظیم کا بیٹا، عمر 28 سال، کے لیے دینی شعائر کی پابند گریجویٹ لڑکی، عمر 18 سے 21 سال کا رشتہ درکار ہے۔

mycurative@gmail.com

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ ''قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور'' میں

21 تا 23 اپریل 2017ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس

(نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0323-8269336 0333-4562037
042-37520902 042-35442290

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

Say NO to Cyber Stalking

Harassment is not a novel concept to any woman in the world. Most of us have faced it in one way or another and moved on or maybe not. Sometimes we think we have moved on but at times that unresolved trauma stays with us and keeps haunting us in ways that we may even not be aware of *(**Editor's Note**: a.k.a. Post-Traumatic Stress Disorder or PTSD)*.

Stalking someone is one of the most unbearable forms of harassment. Someone following you around, calling you all the time and invading your personal space is dangerous to say the least. And now in the day and age of so many modes of communication, Cyber Stalking has become the newfound way of stalking.

Is it any less painful than ordinary stalking? It is NOT! These cyber stalkers mostly victimize females although a few men have complained of being harassed too. It is a crime in which the attacker harasses by using electronic communication, such as **email, social media, instant messaging like Viber, WhatsApp and so on**. It's the anonymity that is an advantage for a Cyber stalker.

Just recently I *(**Editor's note:** The author)* received a message from one of my old class fellows Facebook profile and I instantly replied. After a few minutes I realized that her account had been hacked. Before I could block it, the hacker sent me a vulgar picture that not only disgusted me but more importantly made me feel very helpless, as I was unable to do anything about it.

Most people believe that Cyber stalking is not as serious as 'conventional' stalking because apparently we are sitting in the safety of our homes. We have also been trained to shrug off any such incident and just block whoever is bothering. Is that the solution? Does the shame and discomfort feel any less because it's online and we cannot physically know about the person doing such a disgusting thing?

Under the Cyber law passed in Pakistan *(**Editor's note**: tabled in the NA in 2015 and passed with amendments in late 2016)*, there is a three years imprisonment and fine of one million rupees to a Cyber stalker found guilty of the crime, provided if you report the incident of Cyber stalking. Most women have genuine reservations on how this law gets implemented and more importantly will the women really feel safe even after its implementation in a society as corrupt as ours? The people of our country generally don't have much faith in our law enforcement agencies and would never feel safe enough to report such an incident in the first place. So other than hoping that the stalker gets bored and moves on, there does not appear to be any other solution *(**Editor's note**: In the opinion of the author)*.

Nevertheless, Cyber stalking cannot be taken lightly as it can harm in more ways than one. It destroys self-image, confidence, creates mistrust in the victim's mind for possible future relationships, lead eventually to real stalking and may even become a trigger for the poor victim to commit suicide.

There are, however, a few things that we can do on our own to minimize the chances of being Cyber Stalked.

1- Provide the least amount of personal information on social media sites. We give

away so much of ourselves through profiles, statuses, conversations, chats, messages and updates all the time. Frighteningly, no matter how many restrictions we put in our profile settings, there are countless free software and apps that can still enable access to our personal information.

2- Keep all our electronic and digital devices, gadgets and profiles protected by strong passwords, and keep updating the passwords frequently.

3- Keep our profiles as limited as possible and block anyone who is outside our circle of friends.

4- Use a good security software on our computer/other device to prevent someone from hacking our account.

Still, it still does not take away the bitterness of the experience of being Cyber Stalked. However, we have to take ownership of our lives and protect ourselves, especially when such help from the outside might not be reliable.

Courtesy: *https://www.samaa.tv*

(This is an edited and adapted version of the original article written by ***Zara Maqbool****)*

Editor's End Note: While most of the things stated in the article are universally agreeable, we would like to introduce some additional measures pertinent to the article and highly recommend using them as food for thought:

1- There is no shame in involving the take of Islam on the issue at hand. Much of crimes and sins related to Cyber stalking can be avoided if both men and women understand and follow the divine edicts about relationships between men and women.

2- One should use social media only if and when required. Excessive use of social media has become an 'addiction' in itself. Moreover, it also leaves one vulnerable to attacks from others.

3- Social media should be used with extreme care and not every message or nudge should be liked, commented on and shared.

4- In case of you decide to report a cyber-crime to the authorities (which is encouraged to do), the following information would come handy...

National Response Centre for Cyber Crime (NR3C) - FIA
Address: 2nd Floor, National Police Foundation Building, Mauve Area, Sector G-10/4, Islamabad, Pakistan.
Helpline: +92 336 6006 060
Phone: +92 51 9106 384
Email: *helpdesk@nr3c.gov.pk*

5- Anticipating the pervasiveness of Internet and social media in our lives and the potential negative aspects of it that come as part of the package, **Tanzeem e Islami** has posted an "**Internet Policy**" on the organization's webpage (***www.tanzeem.org***) to provide guidance to all, primarily based on the pristine principles of the Qur'an and Sunnah. These guidelines can be viewed by visiting the URL below:
http://tanzeem.info/WhatsNew.aspx?PageContentID=152

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.15

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore